

حد ہو گئی!

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حد ہو گئی!

عبداللہ امانت محمدی

حد ہو گئی!

فہرست

عنوان صفحہ

- پیش لفظ
- عبدالرحمن
- امت مسلمہ میں شرک
- ذات میں شرک
- صفات میں شرک
- عبادات میں شرک
- شرکِ اصغر
- اطاعتِ رسول ﷺ
- بدعات
- نمازِ نبوی ﷺ
- حلالہ
- قبولِ حق

حد ہو گئی!

پیش لفظ

”حد ہو گئی!“، کی ضرورت میں نے اس وجہ سے محسوس کی کہ: ”جب میں اٹھارہ سال کا ہوا تو ختم نہ ہونے والی زندگی کے متعلق غور و فکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر میرے دل و دماغ میں بٹھا دی۔ اس کی اہمیت و فضیلت کے بعد، میں نے سوچ و بچار کیا کہ اس لازوال حیات میں کامیابی کس طرح پائی جاسکتی ہے؟ بد قسمتی سے! لوگ گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ میں نے حق و سچائی کی جستجو میں تعصب سے بالا تر ہو کر، کتاب و سنت کو کسوٹی بنا کر تحقیق کی اور حق قبول کیا۔“

میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ: ”آپ تک بھی پیغام حق پہنچاؤں، تاکہ آپ بھی اسے تسلیم کر کے دنیا و آخرت میں فلاح یاب ہو سکیں۔“ میں وہی سندیا (Message)، آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں جس کی نصیحت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی کہ: ”میں تمہارے لئے دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ تم ان کے بعد گمراہ نہ ہو سکو گے، ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت“، (مستدرک حاکم: ۳۲۲)۔

اتحاد المسلمین، صرف قرآن و حدیث کو مضبوطی سے تھامنے سے ہی ممکن ہے۔ بصورت دیگر تمام فرقے ایک، دوسرے کے خلاف مناظرے، مار کٹائی اور لعن طعن کی تلواریں چلاتے رہیں گے۔

”حد ہو گئی!“، ایک ناول ہے۔ جس میں، میں نے قرآن و حدیث کی سرسبز و شاداب وادی سے توحید و سنت کے پھولوں کا گلہستہ تیار کر کے پیش کیا ہے۔ امید ہے کہ: ”آپ کے دل میں اس گلہستے کو دیکھ کر کتاب و سنت کی وادی کی سیاحت کا شوق پیدا ہو گا۔“

عبداللہ امانت محمدی

AA.Muhammadi17@gmail.com

عبدالرحمن

پکڑو، پکڑو! آپ اُسے روکو، میں اسے سنبھالتا ہوں! یار چھوڑ دو! کیوں لڑ رہے ہو؟ بھائی اُس سے اینٹ چھین لو! کہیں اسے مار نہ دے۔ برادر! آپ بھی پتھر پھینک دیں، آپ نے کوئی زمین بانٹنی ہے؟ لوگوں کے روکنے پر بھی دونوں ایک، دوسرے کی طرف پلٹ پلٹ کر آ رہے تھے، گالیوں کی بارش برسا اور طعنوں کے تیر چلا رہے تھے۔ ایک کا گریبان (Collar) جدا اور دوسرے کا قمیض فاش تھا۔ لوگوں کا ہجوم ہر لمحے زیادہ ہو رہا تھا، سب مزے سے دیکھ رہے تھے اور ان کی غلط بیانی سن کر خوش ہو رہے تھے۔ میں نے بھی دوکان کا دروازہ بند کیا اور لڑائی ختم کروانے میں مشغول ہو گیا۔ اتنے میں بائیک پر ایک اللہ کا نیک بندہ آیا اُس نے موٹر سائیکل کھڑی کی اور عوام الناس (Public) کو پیچھے ہٹا کر دونوں سے مخاطب ہوا:

”کیوں لڑ رہے ہو، یہ کوئی انسانیت ہے؟ جھگڑا کرنا تو شیطانی کام ہے!“

لڑنے والوں میں سے ایک آدمی، دوسرے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا:

”یہ بے وقوف میرا دماغ چاٹتا رہتا ہے، اس خناس نے میرا میٹر سپارک کر دیا ہے، اس بے حیا نے میرا

مانڈ (Mind) بگاڑ دیا ہے! یہ بڑا دین کا ٹھکیدار بنا ہوا ہے، اس نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے۔“

دانشمند آدمی نے پوچھا:

”آپ کو کیا کہتا اور کیسے پریشان کرتا ہے؟“

آدمی بولا، یہ کہتا ہے:

حد ہو گئی!

”شُرک سے بچو، تقلید کو چھوڑ کر اتباعِ مصطفیٰ ﷺ بجا لاؤ، بدعات سے خبردار رہو، اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر نذرونیاز نہ دو، سنت کے مطابق نماز پڑھو، دین کو مذاق نہ بناؤ، الرحمن کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا، نبی پاک ﷺ بشر ہیں حاضر و ناظر اور مختار کل نہیں، اللہ کے سوا کوئی کچھ نہیں دے سکتا (کوئی مشکل کشا، داتا، غوث و دستگیر، گنج بخش، رزق دینے والا، مصیبت دور کرنے والا، عزت یا ذلت دینے والا، موت یا زندگی دینے والا، حاجت روا، غریب نواز نہیں)۔ گاڑی کے ساتھ جوتی نہ لٹکاؤ، مکان پر ہنڈیا (Pot) نہ رکھو اور انگلیوں میں پتھر نہ پہنوں یہ چیزیں نفع و نقصان نہیں کر سکتیں۔ ہاتھوں کی لکیروں پر اعتماد نہ کرو۔ قبروں کو پختہ اور سجدہ نہ کرو، مزاروں پر چراغاں نہ کرو، عرس و میلے نہ لگاؤ، قبروں پر مجاور بن کر نہ بیٹھو، اپنی عورتوں کو عرسوں پر نہ لے کے جاؤ، شرکیہ قوالیوں کی بجائے تلاوتِ قرآن سنو۔ پیروں اور اولیاء کی تصاویر ہندوؤں کی طرح نہ لٹکاؤ۔ گیارویں، بارویں، ختم، جشنِ عید میلاد، شبِ برات، قبروں پر چادریں چڑھانا، قل، تیجہ، دسواں اور چالیسواں شریف، سب بدعات ہیں، اور مولویوں نے کھانے کا بہانہ بنایا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ یہ کہتا ہے، ہندو (دیوی اور دیوتاؤں)، عیسائی (حضرت عیسیٰؑ) اور غیر مسلم جو معاملہ اپنے معبودوں کے ساتھ کرتے ہیں، وہ انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء اور ملائکہ کے ساتھ نہ کرو۔ اور مجھے کہتا ہے کہ تم ایک دفعہ قرآن پاک اور احادیث کا ترجمہ پڑھ لو تمہیں اصلیت کا علم ہو جائے گا۔ میں تیرا ہمدرد ہوں، میں برداشت نہیں کرتا کہ تم آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔ یہ مجھے بے وقوف اور پاگل سمجھتا ہے۔“

بانیک والا بھائی بولا:

”آپ کا نام کیا ہے؟“

”پیر بخش، اس نے جواب دیا۔“

موٹر سائیکل والا:

”میرا نام عبدالرحمن ہے اور (جو دوسرا لڑ رہا تھا اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ کا کیا نام ہے۔“

حد ہو گئی!

وہ بولا :

” ابو بکر “

عبدالرحمن :

آپ (یعنی پیر بخش) کو کس نے کہا کہ : ” ابو بکر ، جو باتیں کرتا ہے وہ غلط ہیں اور تمہیں احمق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ “

پیر بخش :

پہلے میں اس کی باتوں میں آگیا تھا اور سوچا کہ یہ مجھے وہی دعوت دیتا ہے جس کی طرف انبیاءؑ بلاتے تھے کہ : ” اللہ کے علاوہ کوئی داتا نہیں ، کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نبی پاک ﷺ کے سوا کوئی پیروی کے قابل نہیں ، کسی امام کے قول کو سید المرسلین ﷺ کی بات پر فوقیت (Priority) نہ دو “ ۔ میں نے پھر اپنے مولوی سے پوچھا ، ایک بندہ مجھے کہتا ہے کہ : ” کتاب و سنت پر عمل کرو “ ، تو انہوں نے کہا : ” وہ گستاخ اور بے آدب ہے ، شیطان اور خبیث ہے ، جاہل اور مھلک ہے ، نقصان رساں اور ناکارہ ہے ۔ وہ اولیاء اور ائمہ کو نہیں مانتا ، وہ گمراہ اور جھوٹا ہے اُس سے دور رہو ، ورنہ تمہیں بھی بری شاہراہ پر لے جائے گا۔ قرآن و حدیث کا فہم ناممکن ہے اس سے الگ رہنا ، تقلید واجب ہے لہذا اسے برقرار رکھنا “ ۔

عبدالرحمن ، پیر بخش کی بات مکمل ہونے پر بولا :

” حد ہو گئی! “ ، اگر آپ کو مولوی کہے کہ دو جمع دو ، پانچ ہوتے ہیں اور ریاضی دان (Mathematician) کہے کہ دو جمع دو ، چار ہوتے ہیں تو آپ کیا کریں گئے ؟ یا کوئی آدمی کہے کہ آپ کی جیب میں بچھو داخل ہوا ہے اور دوسرا کہے ، کوئی بچھو داخل نہیں ہوا ، تو آپ کیا کریں گے ؟ “ ۔

” میں تحقیق کروں گا ، کون سچا ہے ! پیر بخش ولولے (Zeal) اور بلند آواز سے بولا۔ “

” آپ کیسے تحقیق کریں گے ؟ عبدالرحمن نے پوچھا۔ “

حد ہو گئی!

پیر بخش، بڑی سنجیدگی سے :

”یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے! میں دو جمع دو، والے مسئلے کے متعلق کتابیں پڑھوں گا اور مختلف ریاضی دانوں سے بات چیت کروں گا۔ بچھو والی بات پر احتیاط کے ساتھ فیض اتار لوں گا اور اچھے طریقے سے دیکھوں گا۔“

عبدالرحمن :

آپ کو یہ (ابوبکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہتا ہے: ”کتاب و سنت کے مطابق عمل کرو، شرک و بدعات سے بچو اور سب رسموں کو چھوڑ دو“۔ مولوی کہتا ہے کہ: ”وہ (ابوبکر) جھوٹا ہے۔“ کیا آپ نے قرآن و حدیث پڑھ کر دیکھا اور سوچا کہ کون سچا ہے؟

پیر بخش، افسوس کا مظاہرہ کرتے ہوئے :

”نہیں!“

”دور سے دیکھنے والے بھی تیزی سے ہماری طرف آ رہے تھے، لوگوں کی تعداد زیادہ ہو رہی تھی، تمام لوگ خاموشی سے باتوں کو سماعت فرما رہے تھے اور ایک دوسرے کی طرف تجسس بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔“ عبدالرحمن بولا:

بھائیوں! میری بات غور سے سنو، ہم لوگ اگر کپڑا خریدنے جائیں تو دس دوکانوں سے دیکھ کر جو اچھا ہو لیتے ہیں۔ موبائل گارنٹی والا ڈھونڈتے ہیں، بلکہ دنیا کی ہر چیز اچھی لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ دین کے معاملے میں کہتے ہیں، سارے ہی ٹھیک ہیں۔ دنیا کی دولت کے لئے موٹی موٹی کتابیں پڑھتے ہو، جنت کی بہاروں کے لیے قرآن و حدیث کا مطالعہ نہیں کر سکتے؟ یہی وجہ ہے مولوی حضرات آپ کو دھوکے میں رکھتے ہیں اور آپ تصور کرتے ہیں ہمارے علاوہ کوئی بھی حق پر نہیں ہے۔ اگر کوئی قرآن و حدیث کی بات کرے اُس سے لڑتے، جھگڑتے ہو۔ اللہ کے لئے کچھ سوچو مسلمانو! تمہیں کتاب و سنت کی ہی دعوت دیتے ہیں، گنگا اور جمنا کی طرف تو نہیں بلاتے؟

حد ہو گئی!

مجھے بھی ابو بکر، کی طرح ایک آدمی نے کہا تھا کہ قرآن و حدیث کا ترجمہ پڑھو، میں نے اُسی وقت کتاب و سنت کو ایک دفعہ پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے مختلف مسلکوں کے علماء سے ملاقات کی، ہر کوئی اپنے فرقے کو ہی ٹھیک اور حق والا کہتا ہے۔ آخر کار میں نے کتاب اللہ اور حدیث مصطفیٰ ﷺ کا مطالعہ کیا، سچ میں بات درست تھی۔ پھر میں اپنی مسجد کے امام کے پاس گیا اور کہا: ”مولوی صاحب آپ ہمیں غلط بتاتے ہیں، قرآن و حدیث میں کچھ اور ہی لکھا ہے؟“ مولوی صاحب گھبرا گئے اور کہنے لگے: ”بھائی! تمہیں معلوم ہو گیا ہے، اب تم عمل کر لینا کسی اور کو نہیں بتانا، اگر کسی اور کو علم ہو گیا تو مجھے مسجد سے نکال دیں گے۔“ میں نے کہا: ”جھوٹے! تم پر اللہ کی لعنت ہو، اُس کے بعد میں کتاب و سنت پر عمل کرنے لگ گیا۔“ پہلے میرا نام ”عبدالنبی“ تھا۔ مجھے خبر ملی کہ مشرکین مکہ بھی ایسے ہی نام رکھتے تھے، میں نے نام بدل کر ”عبدالرحمن“ رکھ لیا۔ (پیر بخش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ بھی کتاب و سنت کو ایک مرتبہ پڑھ لیں، حق بات سامنے آ جائے گی۔

پیر بخش، غمگین اور پریشان لگ رہا تھا، حتیٰ کہ بول پڑا:

”میں آج سے ہی نہیں بلکہ ابھی سے تحقیق شروع کر دوں گا۔“

”ہم پڑھے لکھے نہیں ہیں، ہم کیا کریں؟ لوگوں میں سے کچھ آدمی بولے۔“

عبدالرحمن سے پہلے ہی پیر بخش بول پڑا:

”میں نے تحقیق شروع کر دی ہے! آپ ہی سب سے پہلے ہمیں کتاب و سنت کے مطابق کچھ نہ کچھ سمجھائیں۔“

امت مسلمہ میں شرک

عبدالرحمن:

حد ہو گئی!

تمام حضرات قریب آ جائیں ، تھوڑا اور نزدیک ہو جائیں (لوگ قریب ہو گئے) بس ! ٹھیک ہے اب توجہ فرمائیں۔ ”سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ مشرک کو اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کرنا ، باقی جسے چاہیے گا بخش دے گا۔ شرک امت مسلمہ میں بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔“ ”دیکھو لوگو ! یہ کیا کہہ رہا ہے ؟ امت مسلمہ تو شرک کر ہی نہیں سکتی۔“ ایک ضعیف آدمی ، عبدالرحمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ عبدالرحمن نے تھوڑی اونچی آواز کرتے ہوئے کہا :

”کون کہتا ہے مسلمان شرک کے مرتکب نہیں ہو سکتے ؟“

بوڑھا شخص تھوڑا غصے میں بولا :

”میں پاگل ہوں ؟ بچپن سے سُن رہا ہوں مسلمان جو مرضی کریں شرک سے بچے رہیں گے۔“ میرے سفید بال نہانے سے نہیں ہوئے ؟ ۶۵ سال عمر گزاری ہے میں نے۔ ہمارا عالم کہتا ہے : ”جو چاہو عمل میں لاؤ ! اولیاء کو سجدہ کرو ، قبروں پر نذر و نیاز چڑھاؤ اور ماتھا ٹیکو ، پیروں کے پاؤں چومو ، مزاروں کے درختوں کے پتے کھاؤ ، درباروں پر مجاور بن کر بیٹھو ، گیارویں شریف دو ، غیر اللہ سے مدد طلب کرو ، اولیاء کے بارے میں غلط نہ سوچو کیونکہ وہ دلوں کے حال تک جانتے ہیں ، پیر جو کہے وہ مانو ، اگر مرشد قرآن کے خلاف بھی بات کرے تو کتاب اللہ کو چھوڑ دو۔ کیونکہ قرآن شریعت بتاتا ہے اور پیر عشق ، جہاں عشق آجائے وہاں شریعت کا زور بھی نہیں چلتا۔ زکوٰۃ چاہے نہ دو گیارویں ضرور دو ، کیونکہ اگر یہ نہ دی تو پیر صاحب تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ ہاں ! اللہ کے غضب سے تو گیارویں والے پیر چھوڑوا لیں گئے لیکن پیر سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ جہاں سے پکارو گے بزرگ تمہاری سنیں گئے اور مدد کریں گئے۔ حج بیت اللہ کی بجائے پاکپتن ، اجمیر ، لاہور ، ملتان ، شرقپور ، گولڑہ ، قصور اور بغداد شریف جاؤ ، حج سے زیادہ ثواب ملے گا۔ تو الیاں سنتے رہو ، بزرگوں سے ہی اولاد مانگو ، کیونکہ اللہ ہماری سنتا نہیں اور اُن کی موڑتا نہیں۔ نماز پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ، رب جانے اور مرشد جانے ، بس ہر تنخوا اور ہر فصل میں سے پیر صاحب کو حصہ پہنچا دو۔ حتیٰ کہ جو مرضی کرو شرک نہیں ہو گا۔“ ”لوگو ! مجھے بتاؤ

حد ہو گئی!

کہ: ”جو نماز پڑھے، روزے رکھے، زکوٰۃ دے، حج کرے اور سارے نیک اعمال کرے وہ کیسے مشرک ہو سکتا ہے؟“

عبدالرحمن ”انا اللہ وانا الیہ راجعون“، پڑھتے ہوئے:

بابا جی! یہ بہت ہی بڑی غلط فہمی ہے کہ: ”مسلمانوں میں شرک نہیں ہوگا“۔ قرآن و حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ: ”امت مسلمہ شرک کرے گی“۔ سب بھائی توجہ فرماؤ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وَمَنْ أَكْثَرُ هُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ: ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں“، (یوسف: ۱۰۶)۔

نبی پاک ﷺ سے کثیر التعداد احادیث مروی ہیں جن سے واضح ہے کہ: ”مسلمان بھی پہلی قوموں کی طرح شرک کریں گئے“۔ جیسا کہ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کی پرستش کرنے لگیں گے اور (بت پرستی میں) مشرکوں سے جا ملیں گے اور قیامت کے قریب تقریباً تیس جھوٹے اور دجال ہوں گے ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میری امت میں ایک طبقہ مسلسل حق پر قائم رہے گا“، (ابن ماجہ: ۳۹۵۲)۔ سیدنا ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”میرے پاس میرے رب کا ایک آنے والا (فرشتہ) آیا۔ اس نے مجھے خوشخبری دی کہ میری امت سے جو کوئی اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس نے کوئی شریک نہ ٹھہرایا ہو تو وہ جنت میں جائے گا“، (بخاری: ۱۲۳۷)۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبی کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے، ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی اور میں نے اپنی دعا اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت والے دن کے لیے چھپا رکھی ہے اور میری دعا ”ان شاء اللہ“، میری امت میں سے ہر اس آدمی کو پہنچے گی جو اس حالت میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا“، (مسلم: ۴۹۱)۔

حد ہو گئی!

سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔۔۔ اے ابن آدم! اگر تو روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے پھر مجھ سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں روئے زمین کے برابر ہی تجھے مغفرت عطا کر دوں گا“، (ترمذی: ۳۳۱۰)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اسلام لائے پھر شرک کرے اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ شرک کرنے والوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں شامل ہو جائے“، (ابن ماجہ: ۲۵۳۶)۔ اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، جب سورۃ الانعام کی یہ آیت اتری جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں گناہوں (ظلم) کی آمیزش نہیں کی، تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ یہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے گناہ (ظلم) نہیں کیا۔ تب اللہ پاک نے سورۃ لقمان کی یہ آیت اتاری ”ان الشریک لظلم عظیم“، کہ بیشک شرک بڑا ظلم ہے“، (بخاری: ۳۲)۔

موسم بھی حیرت انگیز نظارہ پیش کر رہا تھا۔ جاڑے (Winter) میں دھوپ کی کرنیں تحفے سے کم نہ تھیں۔ سورج کی حرارت سے دھند (Fog) کا زوال بھی ہم سے کھیل رہا تھا۔ آفتاب کا جوش جکڑے ہوئے جسم کے لہو کو اپنی موٹروے پر گشت کرنے میں آرام مہیا کر رہا تھا۔ تپتا ہوا سماں، گرمیوں میں شام (Evening) کو سمندر کے کنارے بیٹھنے کے مترادف تھا۔ عبدالرحمن بھی کتاب و سنت کی چاشنی سے دل و روح کے ٹمپرچر (Temperature) کو بڑھا رہا تھا:

سلف صالحین کا بھی عقیدہ یہی ہے کہ: ”مسلمان مشرک ہو سکتے ہیں“۔ جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ”جو لوگ انبیاء اور نیک لوگوں کی قبور کی زیارت کرنے آتے ہیں اور انہیں پکارنے اور ان سے سوال کرنے کی غرض سے آتے ہیں یا اس لیے آتے ہیں کہ ان کی عبادت کریں اور انہیں اللہ کے علاوہ پکاریں تو ایسے لوگ مشرک ہیں“، (الرد علی الاختائی: ۵۲)، (کلمہ گو مشرک، ص: ۹۲)۔ امام مالکؒ کے دور میں بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو چکے تھے، اس وقت کے قدریہ، جو تقدیر

حد ہو گئی!

کے منکر تھے جب ان کے ساتھ شادی کے بارے میں امام مالکؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی: ”ایمان والا غلام، آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک تمہیں اچھا لگے“، (البقرة: ۲۲۱)، (کلمہ گو مشرک، ص: ۹۱)۔

قرآن و حدیث اور محدثین کے اقوال سے نمایاں (Clear) ہے کہ: ”مسلمان شرک کر سکتے ہیں“۔ میرے ذہن میں مولانا الطاف حسین حالیؒ کے وہ اشعار ہتھوڑے کی طرح ٹکرا رہے ہیں جن میں وہ فرماتے ہیں:

کرے غیر گربت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر کو اکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں

پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات ندریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دُعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں وہ بدلہ گیا آ کے ہندوستان میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

فرق جامی بھی فرماتے ہیں:

سربتوں کے سامنے غیروں کا جھکنا کافری اور مسلمانوں کے سجدے سجدہائے احترام

حد ہو گئی!

دین کی تعلیم جنس خام ہو کر رہ گئی حق پرستی کفر کا پیغام ہو کر رہ گئی

برادران! اتنی باتوں کا مقصد یہ ہے کہ: ”مسلمان شرک کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں“۔ جس کے زیادہ ہونے کی خاص وجہ ہے کہ ہم کتاب و سنت کا علم حاصل نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کو نصیحت کی تھی کہ: ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو سکو گے، ایک کتاب اللہ (قرآن) اور دوسری میری سنت (حدیث)“۔ ہم نے قرآن و حدیث پر نہ تو عمل کیا بلکہ اس پر غور و فکر کرنا ہی چھوڑ دیا۔ ہم تحقیق کرتے نہیں لیکن لڑائی جگڑے، مناظرے، گالی گلوچ، مار کٹائی، لعن طعن اور مار دھاڑ کی تلواریں چلاتے رہتے ہیں۔ اگر ہم قرآن و حدیث کو ترجمے کے ساتھ پڑھیں تو مولوی حضرات ہمیں غلط بات نہیں سمجھا سکتے۔ ہمارا تو حال ایسا ہے کہ اگر کوئی شرکیہ بات کرے، اسے ٹوکنے کی بجائے اونچی آواز میں ”سبحان اللہ“، کہہ دیتے ہیں۔ دن بہ دن توحید و سنت سے دور اور شرک و بدعت سے تعلق جوڑ رہے ہیں۔

کیا یہی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات تھی؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں شرک چوٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہوگا اور میں تمہیں ایک ایسی دعا بتاتا ہوں کہ اگر تم اسے پڑھتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم سے چھوٹے بڑے شرک کو دور کر دے گا۔ تم یہ دعا پڑھنا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُوْا اَنْ اَشْرَآ بَا وَاَنَا اَعْلَمُ، وَاسْتَغْفِرَ اَلْمَا لَا اَعْلَمُ“، (صحیح الجامع للالبانی: ۳۷۳) (زاد الخطیب، جلد: ۲، صفحہ: ۵۱)۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم میں شرک چوٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہوگا“، مسلمان سمجھتے ہیں امت مسلمہ جو چاہے کرے شرک کی مرتکب ہی نہیں ہو سکتی۔ ہم لوگ جو زنا کرے اسے بدکار، جو چوری کرے اسے چور، جو جھگڑا کرے اور لڑاکا اور جو ہلاک کرے اسے قاتل کہتے ہیں؟ جب کوئی شرک کرے تو کہتے ہو نیک اعمال کرنے والا یا مسلمان مشرک نہیں ہو سکتا۔ عبد الرحمن کی بائیں طرف کھڑا ہوا ایک لڑکا بولا:

ہمیں اس بات کا علم تو ہو گیا ہے کہ: ”مسلمان شرک کر سکتے ہیں۔ لیکن شرک ہے کیا؟“

ذات میں شرک

”شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرک اکبر اور شرک اصغر، پھر ہر ایک کی کئی اقسام ہیں۔“ پہلے میں شرک اکبر کی تفصیل بیان کروں گا (ان شاء اللہ) عبدالرحمن نے ہا کا سا جوشیلے (Enthusiast) انداز میں کہا۔ اللہ پاک اپنی ذات، صفات اور عبادات میں یکتا اور بے مثل (Unique) ہے۔ اس کی ذات، صفات اور عبادات میں کسی کو حصہ دار یا ہمسر سمجھنا شرک اکبر کہلاتا ہے۔ شرک اکبر کی تین بڑی اقسام ہیں:

”ذات میں شرک، صفات میں شرک اور عبادات میں شرک۔“

”مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کا بیٹا، بیٹی یا خدا میں سے قرار دینا، ذات میں شرک کہلاتا ہے۔“ مثلاً:

”عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہا اور مشرکین مکہ نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا۔“ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ”یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے“، (التوبہ: ۳۰)۔ اللہ پاک نے فرمایا: ”کہہ دیجئے ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا“، (بنی اسرائیل: ۱۱۱)۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ان کا قول تو یہ ہے کہ رحمن نے بیٹا بنا رکھا ہے۔ یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز (گھڑ کر) لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کہ وہ رحمن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے۔ شان رحمن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے“، (مریم: ۸۸ تا ۹۲)۔

مشرکین کے متعلق اللہ پاک فرماتے ہیں: ”ان سے دریافت کیجئے! کہ کیا تمہارے رب کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لئے بیٹے؟ کیا یہ اس وقت موجود تھے جبکہ ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا۔ آگاہ

حد ہو گئی!

رہو! کہ یہ لوگ صرف اپنی افترا پردازی سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ محض جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے، کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو؟ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے۔ تو جاؤ اگر سچے ہو تو اپنی ہی کتاب لے آؤ“، (الصّٰفّٰت: ۱۴۹ تا ۱۵۷)۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی طرح مسلمان بھی ذات میں شرک سے باز نہیں آئے۔

ہندوستان میں کچھ علماء نے باطل رائے کو فروغ دیتے ہوئے ایک بالکل نیا عقیدہ متعارف کروایا جس کا اسلام کے ساتھ سرے سے ہی تعلق نہ تھا۔ انہیں علم تھا ابن اللہ اور بنت اللہ کا عقیدہ، عیسائیوں، یہودیوں اور مشرکین مکہ کی وجہ سے بدنام ہو چکا ہے کیوں نہ کسی نئے طریقے سے لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔ پہلے انہوں نے کم علم لوگوں کو بتایا کہ نبی پاک ﷺ بشر نہیں نور ہیں، نبیوں میں ساری خوبیاں فرشتوں والی ہوتی ہیں اور انسان پر وحی نہیں اتر سکتی، وغیرہ وغیرہ۔ پھر آخر کار عقیدت و محبت کے نام پر سید المرسلین ﷺ کے بارے میں کہا گیا: ”آپ ﷺ، نور من نور اللہ: یعنی اللہ کے نور میں سے نور ہیں“، نعوذ باللہ۔

یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے“، (الکھف: ۱۱۰)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟“، آپ (ﷺ) کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے“، (بنی اسرائیل: ۹۴ تا ۹۵)۔ کتاب اللہ کی بہت زیادہ آیات سے واضح ہے کہ تمام انبیاءؑ بشر تھے، مثلاً: ”(البقرہ: ۱۵۱)، (الانعام: ۵۰)، (الاعراف: ۶۹)،

حد ہو گئی!

(یوسف : ۱۰۹) ، (ابراہیم : ۱۰ تا ۱۱) ، (النحل : ۴۳) ، (الحجر : ۳۲ تا ۳۳) اور (بنی اسرائیل : ۹۳) “

-

کافی وقت گزرنے کے بعد چپ چاپ کھڑے ابو بکر نے اپنی زبان کا تالا کھولا اور باغ باغ ہوتے ہوئے بولا :

” یہی تو میں کہتا تھا! نبی پاک ﷺ کو نور کہنا ، آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کے مترادف ہے ، کیونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور فرشتوں نے اللہ کے حکم سے بشر کو سجدہ بھی کیا تھا۔ کیا نور ، انسانوں کے گھر پیدا ہوتے ہیں ؟ کیا نور کھاتے پیتے اور شادیاں کرواتے ہیں ؟ کیا نور کی قبر مبارک ہوتی ہے ؟“

جزاک اللہ خیر، عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی بات جاری رکھی :

قرآنی دلیلوں کو پڑھنے کے بعد کچھ لوگ کہتے ہیں : ” ہم فرشتوں والے نور کی نہیں بلکہ اللہ کے نور کی بات کرتے ہیں “۔ اللہ پاک پر بہتان باندھنے والو ! کیا آپ نے قرآن پاک غور سے نہیں پڑھا؟ آپ کے پاس اخبارات ، ڈائجسٹوں ، میگزینوں اور فحش سائن بورڈوں کے مطالعے کا تو وقت ہے ، کیا کتاب اللہ میں غور و فکر نہیں کر سکتے ؟ آپ ریڈیو ، ٹی وی ، وی سی آر ، ڈش ، انٹینا ، فلمیں ، ڈرامے اور شریکیہ قولیاں دیکھ اور سُن سکتے ہو ، کیا الفرقان کی تحقیق نہیں کر سکتے ؟ کیا آپ فضول باتیں کرنے کی بجائے ترجمے کے ساتھ تلاوت نہیں سماعت فرما سکتے ؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ” آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ۔ نہ اس میں سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے “، (الاخلاص : ۱ تا ۴) ۔ اس سے واضح ہوا ، نہ الرحمن میں سے کوئی نکلا ہے اور نہ ہی اللہ پاک کسی سے نکلے ہیں۔ مثلاً : ” اگر دودھ میں سے تھوڑا سا دودھ نکال لیا جائے تو بقیہ دودھ بھی نکلے ہوئے دودھ ہی جیسا ہوتا ہے “۔ ” دنیا کی کسی بھی چیز میں سے کچھ حصہ نکال دیں تو وہ بقیہ چیز ہی کی طرح کا ہوتا ہے “۔ اسی طرح اگر

حد ہو گئی!

ہم سید المرسلین ﷺ کو ”نور من نور اللہ“ سمجھیں تو، اللہ کے نور میں سے نور، الرحمن جیسا ہی ہو گا۔ جبکہ یہ عقیدہ قرآن کے الٹ ہے، رب کعبہ فرماتے ہیں: ”لیس کمثلہ شیء: اس (اللہ) جیسی کوئی چیز نہیں“، (الشوریٰ: ۱۱)۔ اب قرآن و حدیث سے حق عیاں ہونے کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ: ”حضرت محمد ﷺ نور من نور اللہ ہیں“، وہ بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی طرح ہی اللہ پر بہتان باندھ رہا ہے۔ ”بیٹا تم نور والی آیت کیوں نہیں پڑھتے؟ ضعیف آدمی تھوڑا نرم لہجے میں بولا۔“

عبدالرحمن:

”بابا جی، کونسی نور والی؟“

بوڑھا شخص:

جس میں اللہ پاک فرماتے ہیں: ”قد جاءکم من اللہ نور و کتب: یعنی اللہ نے نور اور کتاب اتاری“، نور سے مراد نبی پاک ﷺ ہے۔
عبدالرحمن:

بابا جی، آیت جس طرح آپ نے پڑھی ہے اس طرح نہیں بلکہ: ”قد جاءکم من اللہ نور و کتب مبین“ ہے۔ جس کا مطلب ہے: ”تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔“
بھائیوں! توجہ فرمانا اور بابا جی آپ بھی ”نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے ان کے درمیان واؤ، مغایرت مصداق نہیں مغایرت معنی کے لئے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی اگلی آیت ہے جس میں کہا جا رہا ہے، یھدی بہ اللہ، کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔ اگر نور اور کتاب یہ دو الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ، یھدی بھما اللہ ہوتے ”یعنی اللہ پاک ان دونوں کے ذریعے سے ہدایت فرماتا ہے“۔ قرآن کریم کی اس نص سے واضح ہو گیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے۔ یہ نہیں ہے کہ نور سے آنحضرت ﷺ اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے“، (تفسیر احسن البیان، المائدہ: تفسیر آیت ۱۵)۔

حد ہو گئی!

قرآن پاک میں کئی مقام پر نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر نور قرآن مجید کی صفت بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”و انزلنا الیکم نورا مبینا: اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے“، (النساء: ۱۷۴)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا: سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ“، (التغابن: ۸)۔ تیسرے مقام پر ہے: ”ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلنہ نورا نھدی بہ: آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اس کتاب کو نور بنایا، اس سے راہنمائی کرتے ہیں“، (الشوری: ۵۲)۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”فالذین امنوا بہ وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون: سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان پر نازل کیا گیا، ایسے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں“، (الاعراف: ۱۵۷)۔

مسلمانو! کیوں آپ سید المرسلین ﷺ کو اللہ کا حصہ کہتے ہو حالانکہ قرآن میں بڑا واضح ہے کہ: ”اور انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے“، (الزخرف: ۱۵)۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے نہیں بننا چاہتے؟ میرے عزیز دوستو! کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ نبی ﷺ بشر نہیں نور ہیں؟ بہت زیادہ لوگوں نے بلند آواز میں جواب دیا:

”نہیں! اب ہم ساری زندگی اتنا بڑا گناہ نہیں کریں گے۔“

(۲)

پولیس والوں نے اگر کوئی مجرم پکڑنا ہو تو وہ ناکا لگاتے ہیں۔ اگر گناہ گار بڑا ہو تو وہ بہت زیادہ ناکے لگاتے ہیں تاکہ خطا کار ایک جگہ نہ بھی پکڑا گیا تو دوسرے مقام پر قابو آ جائے گا۔ شیطان نے بھی بد عقیدگی کو عام کرنے کے لیے ایسے ہی جال بچھائے ہیں۔ جس کی ایک مثال عقیدہ وحدۃ الوجود بھی ہے۔

حد ہو گئی!

”عبدالرحمن صاحب قطع کلامی کی معذرت، عقیدہ وحدۃ الوجود کیا ہے؟ ایک نوجوان ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے بولا۔“

عبدالرحمن:

”عقیدہ وحدۃ الوجود کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر چیز میں ہے یعنی ہر چیز اللہ ہی ہے، (نعوذ باللہ)۔ لغت میں وحدت الوجود: اصطلاح صوفیت میں ہر مخلوق کو خالق مطلق کا وجود سمجھنا، (فیروز اللغات)۔ کچھ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان کے عقائد کو اپنانا شروع کر دیا۔ ایسی ہی ایک مثال عقیدہ وحدۃ الوجود بھی ہے۔ یہ عقیدہ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے بعد بد قسمتی سے مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بھی ہے۔ جو صوفیوں، درباری مجاوروں، مزاری ملنگوں اور طریقتی پیروں کا گھڑا ہوا عقیدہ ہے۔ یہ اتنا برا عقیدہ ہے کہ اس کے ماننے والے سور، بندر، گندگی اور دنیا کی ہر چیز کو اللہ مانتے ہیں، (نعوذ باللہ)۔ وہ صوفی جو ہر مخلوق کو خالق کا وجود قرار دیتا ہے اسے وحدت الوجودی کہتے ہیں“، (فیروز اللغات)۔

آئیے! ہم اس مسئلے کا فیصلہ قرآن و حدیث سے کروا لیتے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”الرحمن علی العرش استوی: الرحمن عرش پر قائم ہے“، (طہ: ۵)۔ دوسرے مقام پر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا، تمہارے لیے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ (کام) ایک ایسے دن میں اس (اللہ) کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے“، (السجدة: ۴ تا ۵)۔ تیسرے مقام پر ہے: ”یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون ما یأمرون: وہ (یعنی فرشتے) اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں“، (النحل: ۵۰)۔ اور چوتھے مقام پر ہے: ”اور یہ ذکر (قرآن) ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف نازل کیا تاکہ آپ

حد ہو گئی!

لوگوں کو کھول کھول کر بیان کر دیں کہ ان کی طرف کیا اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غورو فکر کریں،
(النحل: ۴۴)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ پاک ہی کی ساری عزت ہے (یعنی عزت دینے والا وہی ہے)، تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے، جو لوگ برائیوں کے داؤں گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے سخت تر عذاب ہے، اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا“، (الفاطر: ۱۰)۔ اور فرمایا: ”کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ جو آسمانوں پر ہے تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے“، (الملک: ۱۶)۔ عقیدہ وحدت الوجود قرآن مجید کی کئی اور آیات کے بھی خلاف ہے، مثال کے طور پر: ”(الاعراف: ۵۴) (یونس: ۳)، (الرعد: ۲)، (الفرقان: ۵۹)، (الحید: ۴)، (الملک: ۱۷)، (المعارج: ۱ تا ۴)، (المؤمن: ۳۶ تا ۳۷) اور (النحل: ۶۴)۔“ یہ عقیدہ۔۔۔ ”دیکھو بیٹا اس مرتبہ پھر آپ نے وہ آیت نہیں پڑھی جس میں لکھا ہے کہ ہر چیز میں اللہ ہے، بوڑھے آدمی نے عبدالرحمن کی بات کاٹ کر دھیمی آواز میں کہا۔“

”محترم! کونسی آیت، عبدالرحمن نے سنجیدگی سے پوچھا۔“

ضعیف آدمی:

”تم غلطیاں نکال دیتے ہو!“، آیت تو میں نہیں پڑھوں گا لیکن اس کا ترجمہ ہے کہ: ”اے انسان ہم تیری شہ رگ میں ہیں یا رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“
عبدالرحمن:

جناب عالی! آیت اس طرح ہے: ”ونحن اقرب الیہ من جبل الوریث: اور ہم اس (یعنی انسان) کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں“، (ق: ۱۶)۔ اس قرب سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کے لحاظ سے

حد ہو گئی!

انسان کے قریب ہے۔ یعنی اللہ پاک دلوں میں اٹھنے والے خیالوں سے بھی واقف ہے اور وہ (اللہ) انسان کے بارے میں اتنا کچھ جانتا ہے، جتنا وہ (انسان) خود اپنے بارے میں علم نہیں رکھتا۔

مثال دیکر بات کو واضح کرتا ہوں: ”انٹرنیٹ کے فوائد (Internet Benefits)“، کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انٹرنیٹ کی وجہ سے عالمی دنیا ہمارے ہاتھ میں آ گئی ہے۔ ”کیا سارا جہان ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے؟“ جی نہیں!“، اس کا تو مطلب یہ ہے کہ: ”ہم جس جگہ بھی ہوں، اپنے کمپیوٹر یا موبائل سے جو چاہیں تلاش (Search) کر سکتے اور اپنی پسندیدہ چیزیں دیکھ، پڑھ، سن اور دنیا کی سیر کر کے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اکثر خبر چینل سے وقفہ کے وقت یہ بات سننے میں آتی ہے کہ: ”ناظرین یہاں پے لینا ہے ایک چھوٹا سا وقفہ ہمارے ساتھ رہیے گا۔“ کیا ہم ان کے ساتھ ہوتے ہیں؟ بلکہ ان کا مقصد ہوتا ہے کہ: ”ہم ان کا چینل دیکھتے رہیں“، اسی طرح اللہ اپنے عرش پر مستوی ہے، لیکن اس کا علم ہر جگہ ہے کوئی بھی چیز اس سے غائب نہیں، اور وہ دلوں کے حال تک جانتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی طرح مسلمانوں نے بھی محکمات آیات کو چھوڑ اور تشابہات آیات کے پیچھے لگ کر بے شمار خود ساختہ عقائد بنائے۔ تشابہات آیات کو اس طرح سمجھو، جس طرح صحابہ کرامؓ نے ان آیات میں فکر کیا۔ تشابہات آیتوں کی اپنی سمجھ کے مطابق پیروی سے امت مسلمہ میں بہت زیادہ فتنوں نے جنم لیا۔ جن میں سب سے بڑا فتنہ فرقہ واریت ہے۔ ”بھائی! معاف کرنا، محکمات اور تشابہات آیات سے کیا مراد ہے؟ ایک نو عمر لڑکے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔“

عبدالرحمن:

”محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اوامر و نواہی، احکام و مسائل اور قصص و حکایات ہیں جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے، اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا۔ اس کے برعکس آیات تشابہات وہ ہیں جو ماوراء عقل حقائق جن کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہو یا ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم از کم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو“، (احسن البیان، تفسیر

حد ہو گئی!

(العمران : ۷)۔ مثال کے طور پر: ”الرحمن علی العرش استوی: الرحمن عرش پر قائم ہے“، (طہ : ۵)۔ اس آیت میں تاویل کی وسعت نہیں ہے، یہ محکم ہے۔ اس کے برعکس: ”ونحن اقرب الیہ من جبل الوریث: اور ہم اس (یعنی انسان) کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں“، (ق : ۱۶)۔ اس آیت کے ذریعے عوام کو گمراہی کی طرف دھکیلا جاتا ہے، یہ متشابہ آیت ہے۔

جو لوگ صرف مشابہات آیات کو اپنا منہج، مسلک، عقیدہ اور مذہب بنا لیتے ہیں، وہ فتنے کی طلب سے گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح محکم (مضبوط) آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو ان متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ پاک کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت عطا دینے والا ہے“، (العمران : ۷ تا ۸)۔

عوام وافر مقدار میں عبدالرحمن کے ارد گرد جمع تھی۔ توجہ کی وجہ سے ہمارے کان، آنکھیں اور دل بھی سماعت فرما رہے تھے۔ الفاظ پر اتنا مرکز نگاہ (Focus) تھا کہ جیسے ذہن میں تصویر کشی کر رہے ہوں۔ ہم عبدالرحمن کا احساس، دل و روح کے راستے سے محسوس کر رہے تھے۔ لوگ دنیا کے ٹی وی کو بند کر کے صرف عبدالرحمن کی قرآن و حدیث پر مبنی باتیں سننا پسند کر رہے تھے۔ عبدالرحمن اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا:

اس آیت (یعنی، ق : ۱۶) کا معنی و مفہوم وہی ہوگا جو نبی پاک ﷺ نے صحابہ اکرام کو بتایا۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث تو عقیدہ وحدۃ الوجود کی تردید میں ہیں اور تائید کرتی ہیں کہ اللہ پاک آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے۔ سیدنا ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو

حد ہو گئی!

پیدا کر چکا تو اپنی کتاب میں جو ”اس کے پاس عرش پر موجود ہے“، اس نے لکھا کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے“، (بخاری: ۳۱۹۴)۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: ”رحم کرنے والوں پر رحم بھی کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو“ آسمان والا، تم پر رحم کرے گا“، (ترمذی: ۱۷۵۴)۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس پروردگار کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنے بچھونے کی طرف بلائے اور وہ انکار کرے، تو وہ پروردگار جو ”آسمان کے اوپر ہے“، غصہ میں رہتا ہے جب تک وہ (یعنی شوہر) اس عورت سے راضی نہ ہو“، (مسلم: ۳۵۴۰)۔

سیدنا معاویہ بن حکم سلمیٰؓ نے کہا میری ایک لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ (ایک مقام کا نام ہے) کی طرف بکریاں چرایا کرتی تھی ایک دن میں وہاں آنکلا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ آخر میں بھی آدمی ہوں مجھ کو بھی غصہ آ جاتا ہے۔ جیسے دوسروں کو غصہ آتا ہے میں نے اس کو ایک طمانچہ مارا پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو سید المرسلین ﷺ نے میرا یہ فعل بہت برا قرار دیا۔ میں نے کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟“، آپ نے فرمایا: ”اس کو میرے پاس لے کر آ“۔ میں آپ ﷺ کے پاس لے کر گیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“، اس نے کہا: ”آسمان پر“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں کون ہوں؟“، اس نے کہا: ”آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں“، تب آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو اس کو آزاد کر دے یہ مومنہ ہے“، (مسلم: ۱۱۹۹)۔ کثیر تعداد احادیث، اس عقیدے کو مسترد (Reject) کرتی ہیں، مثلاً: ”(بخاری: ۱۱۲۵)، (بخاری: ۵۵۵)، (بخاری: ۴۳۵۱)، (بخاری: ۷۴۳۰)، (بخاری: ۲۷۹۰)، (بخاری: ۷۴۲۱) اور (مسلم: ۶۸۳۹)۔“

کیوں نہ! صحابہ کرامؓ کے اقوال کے ترازو سے عقیدہ وحدۃ الوجود کی پیمائش کریں؟ کون صحابہؓ! جو حقیقی مومن تھے۔ وہ صحابہ کرامؓ! جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ وہ صحابہؓ! جو کامیاب ہو گئے اور جن کے

حد ہو گئی!

لیے اجر عظیم ہے۔ وہ صحابہ کرام! جنہوں نے دین کے لیے بے شمار تکالیف برداشت کیں۔ وہ صحابہ کرام! جو کفار کے لیے سخت اور آپس میں محبت کرنے والے تھے۔ وہ صحابہ کرام! جن کا کردار نجات کے لیے معیار ہے۔ وہ صحابہ کرام! جن کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا کہ: ”وہ بہترین لوگ ہیں۔“

آؤ! صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے اقوال سماعت فرماؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! اگر تو محمد ﷺ تمہارے معبود تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو پھر جان لو کہ تمہارے (وہ) معبود (محمد ﷺ) فوت ہو گئے ہیں اور اگر تم لوگوں کا معبود وہ ہے ”جو آسمان پر ہے“، تو پھر تمہارا معبود نہیں مرا“، (التاریخ الکبیر: ۶۲۳)۔ سیدنا انسؓ کا کہنا ہے کہ (ام المؤمنین) زینب بنت جحشؓ، سید المرسلین ﷺ کی دوسری بیگمات کو فخر کے ساتھ کہا کرتی تھیں کہ: ”تم لوگوں کی شادی تمہارے گھر والوں نے کی اور میری اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے شادی کی“، (بخاری: ۷۲۲۰)۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے مرض الوفات میں حضرت ابن عباسؓ نے ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی، ان کے پاس ان کے بھتیجے تھے، میں نے ان کے بھتیجے سے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، ان کے بھتیجے نے جھک کر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا وہ کہنے لگیں کہ رہنے دو (مجھ میں ہمت نہیں ہے) اس نے کہا کہ اماں جان! ابن عباسؓ تو آپ کے بڑے نیک فرزند ہیں، وہ آپ کو سلام کرنا اور رخصت کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے اجازت دے دی۔ سیدنا ابن عباسؓ نے اندر آ کر کہا: ”آپ (یعنی عائشہؓ) نبی ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب رہیں، اور سید المرسلین ﷺ اسی چیز کو محبوب رکھتے تھے جو طیب ہو، لیلۃ الالباء کے موقع پر آپ کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا تھا نبی ﷺ نے وہاں پڑاؤ کر لیا لیکن صبح ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہیں تھا، اللہ نے آپ کی برکت سے پاک مٹی کے ساتھ تیمم کرنے کا حکم نازل فرما دیا، جس میں اس امت

حد ہو گئی!

کے لئے اللہ نے رخصت نازل فرمادی ، اور آپ کی شان میں قرآن کریم کی آیات نازل ہو گئی تھیں ” جو سات آسمانوں کے اوپر سے جبریل لے کر آئے “، (مسند احمد: ۲۴۹۶)۔

تابعین ، تبع تابعین اور ائمہ دینؒ بھی عقیدہ وحدت الوجود کے خلاف تھے۔ امام ابو حنیفہؒ سے کسی نے پوچھا: ”جو یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا رب زمین پر ہے یا آسمان پر تو ایسا کہنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟“ ، امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: ”تو اس نے کفر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ”الرحمن علی العرش استوی: الرحمن عرش پر قائم ہے“ ، اور اس کا عرش ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ اس نے پھر پوچھا: ”اگر وہ یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ کا عرش آسمان پر ہے یا زمین پر (تو پھر اسکا کیا حکم ہے (؟“ ، تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: ”ایسا کہنے والا کافر ہے کیونکہ اس نے اس بات سے انکار کیا کہ اللہ کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے اور جو اس بات سے انکار کرے وہ کافر ہے“ ، (شرح عقیدہ الطحاوی ، صفحہ : ۲۸۸) ، (اللہ کہاں ہے ؟ ، صفحہ : ۳۴) اور آپ یوٹیوب (YouTube) پر بھی اس حوالہ (Reference) کے بارے میں دیکھ سکتے ہیں ، تلاش (Search) کریں (Wahdatul wajood ka)۔ (Rad Imam Abu Hanifa se)

عبداللہ بن نافعؒ کا کہنا ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا: ”اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں“ ، (اعتقاد اہل السنۃ) ، (اللہ کہاں ہے ؟ ، صفحہ : ۳۷ تا ۳۸)۔ امام الشافعیؒ نے فرمایا: ”اللہ آسمان سے اوپر اپنے عرش سے اوپر ہے“ ، (اجتماع الجیوش الاسلامیۃ) ، (اللہ کہاں ہے ؟ ، صفحہ : ۳۸)۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا: ”کیا اللہ عزوجل ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش سے اوپر ، اپنی تمام مخلوق سے الگ ہے اور اسکی قدرت اور علم ہر جگہ ہے؟“ تو امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: ”جی ہاں ! اللہ عرش پر ہے اور اس (کے علم) سے کچھ خارج نہیں“ ، (اجتماع الجیوش الاسلامیۃ) ، (اللہ کہاں ہے ؟ ، صفحہ : ۳۸ تا ۳۹)۔ ”انکل ! (Uncle) میں کچھ پوچھ سکتا ہوں ؟ ۱۰ سے ۱۲ سال کے بچے نے ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے کہا۔“

حد ہو گئی!

”جی! کیوں نہیں، عبدالرحمن نے جواب دیا۔“

بچہ :

”انکل! مجھے بلال کہتے ہیں“۔ مجھے افسوس ہے ان پر جو اس (یعنی عقیدہ وحدۃ الوجود) کے قائل ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں: ”اگر ہر شے اللہ ہے تو جنت اور جہنم کس لیے؟ اگر تمام چیزیں اللہ ہیں تو پھر مریم کے پیٹ میں کون تھا؟ اگر سب جگہ اللہ تعالیٰ ہے تو نبی پاک ﷺ کو اوپر جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ پاک نے قرآن مجید نازل کیا، اگر ہر جگہ ہوتا تو دے دیتا؟ اگر ہر چیز اللہ ہے تو پھر ہم دعا کے لیے ہاتھ اوپر کیوں اٹھاتے ہیں؟ اشاد باری تعالیٰ ہے: ”کل من علیہا فان* ویتی وجہ ربک ذوالجلل والاکرام: (یعنی) ہر چیز نے ختم ہو جانا ہے۔ صرف آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی“، (الرحمن: ۲۶ تا ۲۷)۔ میں سوال کرتا ہوں کہ: ”سب کچھ ختم ہو جائے گا صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ اگر تمام چیزوں میں اللہ ہے یا اللہ ہیں تو پھر ختم کون ہو گا؟“، انکل! یہ عقیدہ اتنا برا ہے کہ عقل کے بھی خلاف ہے ”کیا مسلمانوں نے اس عقیدے کو تقریری (Oral) طور پر پھیلایا ہے یا تحریری (Written) نشر و اشاعت کی ہے؟“

عبدالرحمن :

”بلال بیٹا! اللہ آپ کو اجر دے اور استقامت عطا فرمائے“۔ لوگوں نے اس عقیدے کو تقریری اور تحریری طور پر وسعت دی ہے۔ ایسے ایسے لوگ اس عقیدے کے قائل ہیں جن کے بارے میں آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ مثال کے طور پر، منصور حلاج کے بارے میں لکھا ہے: ”حضرت مرشدؒ سے سنا تھا کہ ابن المنصور کو نماز پڑھتے کسی نے دیکھ کر پوچھا کہ جب تم خود حق (یعنی اللہ) ہو تو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے“، (سیرت منصور حلاج، صفحہ: ۱۴)۔

حد ہو گئی!

ایک صاحب نے اپنے بیان (Speech) میں عقیدہ وحدت الوجود کا پرچار اس طریقے سے کیا کہ: ”لا کی تلوار عرش کے اوپر سے چلی ہے، عرش زیرو زبر، عرش کے فرشتے زیرو زبر، عرش کے نیچے زیرو زبر۔ ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا، دوسرا، پہلا آسمان لا اور ہوا، فضا، خلا لا اور زمین، آسمان، چاند، سورج، تارے لا، اور انسان، جنات، جن، پرند، چرند، آبی، خاکی، ناری، نوری، ہوائی، فضائی، خلائی سب لا ہیں، لا ہیں۔ کوئی کچھ نہیں ہے، کوئی کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ اللہ ہے، جو کچھ ہے وہ اللہ ہے“، (یوٹیوب: Wahdat-ul-wajood - Molana Tariq Jameel)۔ آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ ایک کتاب میں اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ: ”ایک موحد (وحدت الوجودی) سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ۔ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گُوہ کو کھا لیا۔ پھر بصورت آدمی ہو کر حلوہ کھا لیا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے“، (شائم امدادیہ، حصہ دوم، ص: ۷۵)، (الدیوبندیہ، صفحہ: ۲۰۰)۔

استغفر اللہ، نعوذ باللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور سبحن اللہ عما یشر کو کی آوازیں، چاروں طرف گھونج رہی تھیں اور لوگ حسرت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کی آنکھیں پر نم تھیں۔ عبدالرحمن کی آنکھوں سے ضبط کی جدوجہد کے باوجود آنسو ٹپک رہے تھے۔ عوام الناس کا افسردہ چہرہ دیکھ کر عبدالرحمن بول پڑا:

میرے بھائیوں! میرا مقصد باطل کو بے نقاب کرنا اور حق بات سمجھانا تھا، کسی کو دکھ پہنچانا میرا مشن نہیں ہے۔ یہ عقیدہ اپنی جڑیں اتنی مضبوط کر چکا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد جیسا مفسر اس کی زد میں آ گیا تھا۔ عقیدہ وحدت الوجود کو مسلمانوں میں ”ابن عربی“، نے متعارف کیا جس کی کتاب ”فصوص الحکم“، اسی غلیظ ترین عقیدے سے لبریز ہے۔ ڈاکٹر اسرار صاحب بھی لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک اس کا اصل حل وہ ہے جو شیخ ابن عربیؒ نے دیا ہے، جو میں بیان کر چکا ہوں کہ حقیقت و ماہیت وجود کے اعتبار سے خالق و مخلوق کا وجود ایک ہے، کائنات میں وہی وجود بسیط سرایت

حد ہو گئی!

کیے ہوئے ہے لیکن جہاں تعین ہو گیا تو وہ پھر غیر ہے ، اس کا عین نہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ یہ کائنات کا وجود ایک اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا عین اور دوسرے اعتبار سے اس کا غیر ہے۔ یہ ابن عربی کا فلسفہ ہے ، (ام المسجحات یعنی سورة الحديد کی مختصر تشریح ، صفحہ : ۸۸)۔ دوسرے مقام پر لکھتا ہے : ”شیخ ابن عربی کے بارے میں میں عرض کر چکا ہوں کہ جہاں تک حقیقت و ماہیت وجود کے بارے میں ان کی رائے کا تعلق ہے ، میں اس سے متفق ہوں اور میرا مسلک بھی وہی ہے “ ، (ام المسجحات۔۔۔ صفحہ : ۹۱)۔ یوٹیوب پر آپ ان کی ویڈیو بھی دیکھ سکتے ہیں ، تلاش کریں (Dr. Israr Aur Aqeedah Wahdat ul Wajood)۔

ایک اور مفسر ، سورة الملک کی آیت نمبر ۱۶ ، جس میں ہے کہ ”اللہ آسمان پر ہے“ ، کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ : ”اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے“۔ لونڈی جس سے نبی پاک ﷺ نے دو سوال کیے تھے اور وہ واقعہ جو حضرت خولہؓ کے متعلق حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا ، یہ وہ خاتون ہیں جن کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی ، بھی بیان کیا۔ پھر کہا اس میں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن ، اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مقیم قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ ”اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے“ ، (تفہیم القرآن)۔

ایک وجودی نے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لیے ایک قصہ بیان کیا ، کہا : ”رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے بلاشبہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل ، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامیؒ کے زمانے میں ہو چکا ، ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے) کہا کرتے ہیں ، فرمایا : حاشا میں نہیں کہتا ، کہا : آپ ضرور کہتے ہیں ہم سب سنتے ہیں ، فرمایا : جو ایسا کہے واجب القتل ہے میں نجوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر مار دو ، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا سبحانی ما

حد ہو گئی!

اعظم شانی مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے۔ وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے، جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا۔ جب افاقہ (Recovered) ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: ”میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا ہے“، (فتاویٰ رضویہ، جلد: ۱۴، صفحہ: ۶۶۶)۔ آپ بتائیے! سبحانی ما اعظم شانی، کہنے والا ”پکا ولی ہے“، تو پھر فرعون کا کیا گناہ تھا؟“

مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ نے اللہ پاک پر بیٹے اور بیٹیوں کا بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور انہوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز ٹھہرا دیا یقیناً انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے“، (الزخرف: ۱۵)۔ ایک اور مقام پر فرمایا: ”ان کا قول تو یہ ہے کہ رحمن نے بیٹا بنا رکھا ہے۔ یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز (گھڑ کر) لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کہ وہ رحمن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے۔ شان رحمن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے“، (مریم: ۸۸ تا ۹۲)۔

مسلمانو! تم بھی؟ آپ نے تو تمام حدیں پار کر دیں کہ کہتے ہو: ”لا موجود الا اللہ: یعنی اللہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے“۔ کیا آپ نے سورۃ المائدہ کی وہ آیت نہیں پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وہ لوگ قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا، اللہ تین میں کا تیسرا ہے“، (المائدہ: ۷۳)۔ وہ کافر ہیں جو تیں کہیں اور جو ہر چیز کو اللہ کہہ دے وہ کیا ہے؟ کیا آپ اللہ تعالیٰ سے نڈر ہو کہ: ”وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان سے پتھر برسا دے“، کہ تم ہر چیز کو اس کا جز ثابت کرنے چلے ہو؟ کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا کہ الفرقان میں: ”من دون اللہ، من دونہ اور غیر اللہ“، بھی استعمال ہوا ہے۔ اگر تمام مخلوقات، خالق کا ہی حصہ تھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ کیوں استعمال کیے؟

میرے پیارو! بہت زیادہ تعداد اس باطل عقیدے پر یقین رکھتی ہے۔ اس کے قائل لوگوں نے بڑی موٹی موٹی کتابیں اس عقیدے کی نشرو اشاعت کے لیے شائع کیں ہیں۔ ذات میں شرک کے حوالے

حد ہو گئی!

سے کچھ بنیادی باتیں آپ نے سنیں، اب! ان شاء اللہ چند گزارشات ”صفات میں شرک“ کے بارے آپ کے گوش گزار کروں گا۔

صفات میں شرک

کائنات کا حقیقی بادشاہ، عالم الغیب، مختار کل، مشکل کشا و حاجت روا، زمین و آسمان کے تمام خزانوں کا مالک، ہر وقت سب کو دیکھنے اور سننے والا، دلوں میں اٹھنے والے خیالوں کو جاننے والا، بھلائیاں عنایت کرنے والا، ہدایت دینے اور دلوں کو پھیرنے والا، رزق میں تنگی یا فراخی کرنے والا، اولاد دینے یا نہ دینے والا، شفا بخشنے والا، حقیقی کارساز، اعمال صالح کرنے کی توفیق عطا کرنے والا، نفع و نقصان اور تقدیر کا مالک، توبہ قبول اور نگہبانی کرنے والا، غالب و طاقتور، عیوب و نقائص سے پاک، ہمیشہ زندہ رہنے والا، جو کسی کی اجازت کا محتاج نہیں، مصائب و مشکلات دور کرنے والا، زندگی اور موت دینے والا ”صرف اللہ تعالیٰ ہے“۔ کتاب و سنت سے ثابت تمام صفات میں اللہ پاک کو اکیلا اور بے مثال نہ ماننا اور غیروں میں ان صفات کو سمجھنا ”شرک فی الصفات“، کہلاتا ہے۔

(۲)

بد قسمتی سے اللہ کی مخلوق نے الرحمن کی صفات کا مالک اس کی مخلوق کو بنا دیا۔ صفات میں شرک ہمارے کم علم اور بات کو عمدہ طریقے سے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی، ہمیشہ کے لیے اور لا محدود ہیں جبکہ تمام مخلوقات کی صفات عطائی، فانی اور محدود ہیں۔ مثلاً: ”مخلوقات کو بھی زندگی ملتی ہے لیکن موت بھی آتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہیں۔ علم مخلوق کے پاس

حد ہو گئی!

بھی ہے لیکن تھوڑا، جبکہ اللہ پاک کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ عبد الرحمن کی بائیں سمت موجود ایک طفل (Boy) بولا:

”ہمارے امام مسجد کے پاس درس نظامی، ترجمہ و تفسیر، علم حدیث، فقہ، تجوید اور متعدد ڈگریاں ہیں۔ لوگ انہیں علامہ، مفتی، الشیخ، قاری اور حافظ کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ: ”انبیاء، اولیاء اور شہد، غیب دان، مختار کل، مشکل کشا، حاجت روا، غریب نواز، داتا، غوث، اولاد دینے والے، تقدیر بدلنے والے، دستگیر اور گنج بخش ہیں۔“ آپ! کہہ رہے ہیں کہ: ”یہ اللہ کی صفات ہیں، اگر کوئی شخص ان میں کسی کو سا جھی بناتا ہے تو وہ مشرک ہے؟“ عبد الرحمن، تبسم کرتے ہوئے:

”غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم، ان کی بات کا قرآن و حدیث کی کسوٹی (Scale) سے موازنہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں“، (الاعراف: ۱۸۸)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟“، (الانعام: ۵۰)۔ تیسرے مقام پر ہے: ”ان سب نے کہا اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو تو ہی ہے“، (البقرة: ۳۲)۔ چوتھے مقام پر ہے: ”کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے اور زمین والوں میں سے

حد ہو گئی!

سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟“
(النمل: ۶۵)۔

قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات سے یہ واضح ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ مثال کے طور پر: ”(البقرة: ۳۰)، (النساء: ۱۱۳)، (المائدة: ۱۰۹)، (المائدة: ۱۱۶)، (الانعام: ۵۹)، (الاعراف: ۲۲)، (الاعراف: ۱۸۷)، (التوبة: ۱۰۱)، (يونس: ۲۰)، (هود: ۳۱)، (هود: ۴۶) تا (۴۷)، (هود: ۴۹)، (هود: ۱۲۳)، (ابراهيم: ۹)، (الحجر: ۵۳ تا ۵۵)، (النحل: ۲۰ تا ۲۱)، (الكهف: ۱۹)، (الكهف: ۲۳ تا ۲۶)، (مریم: ۸)، (مریم: ۲۰)، (الانبیاء: ۱۰۹)، (النمل: ۱۰)، (النمل: ۲۰ تا ۲۲)، (لقمان: ۳۴)، (الاحزاب: ۶۳)، (ص: ۲۱ تا ۲۲)، (الاحقاف: ۹)، (الحج: ۲۵ تا ۲۶) اور (الملک: ۲۵ تا ۲۶)۔“

عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ: ”جو شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ جھوٹا ہے“۔ اس کے لیے انہوں نے آیت: ”وما تدری نفس ماذا تكسب غدا ليعنى اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، کی تلاوت فرمائی“ (بخاری: ۴۸۵۵)۔ ام العلاء انصاریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”واللہ! مجھے خود اپنے متعلق بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں“، (بخاری: ۱۲۴۳)۔ ربیع بنت معوذہؓ سے روایت ہے کہ: ”میری شادی کی صبح رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت دو (کم سن) بچیاں میرے پاس گیت گا رہی تھیں اور میرے آباء کا تذکرہ کر رہی تھیں جو بدر میں شہید ہوئے اور گانے گانے میں وہ یہ بھی گانے لگیں ”اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل (آئندہ) کی بات جانتے ہیں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ بات مت کہو اس لئے کہ کل کی بات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا“، (ابن ماجہ: ۱۸۹۷)۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی نجومی یا کاہن (غیبی خبریں دینے والے) کے پاس جائے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسے سچا سمجھے تو وہ (حضرت) محمد

حد ہو گئی!

ﷺ پر اترے دین کا انکاری ہو گا“، (مستدرک حاکم: کتاب الایمان)۔ ضعیف شخص، طیش میں آتے ہوئے بولا:

”دیکھو عبدالرحمن! میں تمہارا منہ بڑی دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ تم نے تو ”حد ہی کر دی ہے!“ میں نے بہت برداشت کر لیا، اب میں تمہیں لوگوں کو گمراہ نہیں کرنے دوں گا۔ بند کرو یہ ڈرامہ بازی! تم نے کیا سمجھا ہے، یہاں سب کے سب جاہل ہی ہیں؟ میں دلیل سے واضح کرتا ہوں کہ: ”سرکار دو عالم ﷺ غیب جانتے تھے“۔ اگر آقائے نامدار ﷺ غیب نہ جانتے ہوتے: ”تو قیامت کی نشانیاں کیسے بتاتے، جنت و جہنم کے واقعات کیسے سناتے، قبر کے حالات سے کیسے منکشف (Unfold) فرماتے، چھپے ہوئے خط کے بارے میں کیسے خبر دے پاتے اور فتنہ دجال سے کیسے آگاہ فرماتے؟ انبیاء و اولیاء سب غیب جانتے ہیں جو تم حوالے دیتے ہو یہ تو صرف شریعت کا پردہ ہے۔ میرے ذہن سے نکل گئیں ہیں، میرے پاس بھی بہت زیادہ دلیلیں ہیں کہ: ”حضور اقدس ﷺ غیب جانتے تھے۔“

بلال جلدی اور جذبے سے بولا:

”انکل! میں جواب دوں؟“

عبدالرحمن:

”ضرور!“

بلال:

پہلی بات تو یہ ہے کہ: ”اگر نبی پاک ﷺ غیب جانتے ہوتے تو سیدہ عائشہؓ پر الزام لگنے کی وجہ سے مہینہ بھر پریشان رہتے، مشرکین، سید المرسلین ﷺ سے ستر صحابہؓ دھوکے سے دین سیکھنے کے بہانے لے جا کر شہید کرتے اور رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھوں کے ہمراہ، یہودی عورت کے گھر سے زہر آلود کھانا کھاتے؟“

حد ہو گئی!

دوسری بات: ”تمام انبیاءؑ بھی غیب نہیں جانتے تھے“۔ اگر انبیاءؑ کے پاس علم غیب ہوتا تو: ”حضرت آدمؑ درخت کے قریب جاتے، حضرت نوحؑ بیٹے کے لیے دعا فرماتے، حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں بوجہ رنج و غم کے سفید ہوتیں اور موسیٰؑ اپنی لاٹھی سے ڈر کر بھاگتے؟“ اگر تمام انبیاءؑ غیب نہیں جانتے تو کیا ملنگ اور چرسی جانتے ہیں؟ کچھ سوچو مسلمانو!

تیسری بات آپ نے کہا ہے کہ: ”اگر آقائے نامدار ﷺ غیب نہ جانتے ہوتے تو قبر و قیامت کے بارے میں کیسے بتاتے، جنت و جہنم کا حال کیسے سناتے، فتنہ دجال اور چھپے ہوئے خط کے متعلق خبر کیسے دے پاتے؟“۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ: ”کیا نبی پاک ﷺ پر وحی اترتی تھی؟“

”سرکار دو عالم ﷺ پر وحی اترتی تھی، ضعیف آدمی نے دھیمی آواز میں کہا۔“

”آپ ﷺ غیب جانتے تھے یا نہیں؟ بلال نے پوچھا۔“

”جانتے تھے! بوڑھے شخص نے جواب دیا۔“

بلال:

”اگر سید المرسلین ﷺ کو علم غیب تھا تو پھر وحی کس لیے تھی؟“

ضعیف آدمی نفی میں سر ہلاتے ہوئے:

”معلوم نہیں!“

بلال ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے:

”بد قسمتی سے! ہم نے قرآن مجید میں غور و فکر کرنے کی جگہ ہیر رانجھا کتاب کو پڑھنا دین سمجھ لیا۔ ہم نے تلاوت سننے کی بجائے قوالیوں میں دل لگا لیا۔ ہم نے اگر کتاب و سنت میں سوچ و بچار کیا ہوتا تو آج امت مسلمہ شرک و بدعت کی دہلیز پر نہ ہوتی۔“

قرآن پاک میں کتنے واضح الفاظ میں ہے کہ: ”اور نہ یہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے“، (النجم: ۳ تا ۴)۔ اگر نبی کریم ﷺ کو غیب کا علم

حد ہو گئی!

ہوتا تو پھر وحی کی ضرورت نہیں تھی اور اگر وحی آتی تھی تو پھر بات پہنچ جانے کے بعد غیب نہیں رہتی۔ مثلاً، میرا ٹیچر (Teacher) مجھے کہتا ہے کہ بلال آج ”لاہور“، میں بارش ہو رہی ہے۔ میں اپنے گھر والوں کو بھی مطلع کرتا ہوں، اس کا یہ مطلب نہیں میں غیب جانتا ہوں۔ غیب تو یہ تھا کہ: ”مجھے کسی نے بتایا بھی نہ ہو اور مجھے علم ہو۔“

چوتھی بات آپ نے کہا ہے کہ: ”جو حوالے تم (یعنی عبدالرحمن) دے رہے ہو وہ صرف شریعت کا پردہ ہے“۔ انکل نے تو ریفرنس دے دئے ہیں، آپ بھی کوئی شریعت کے پردے کے متعلق حوالہ دیں؟ آپ قیامت تک بھی نہیں دیکھا سکتے۔ قرآن و حدیث سے عداوت اچھی نہیں۔ کتاب و سنت سے بغض، اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کے مترادف ہے۔

عبدالرحمن نے مسرت سے پانچ ہزار روپے، بلال کو انعام کے طور پر دیئے اور دعا دیتے ہوئے کہا: ”اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت فرمائے“۔ آپ نے ایسا مدلل جواب دیا ہے کہ شاید ایسا میں بھی نہ دے پاتا۔“

(۳)

برادران! توجہ فرمائیے، اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ: ”انبیاء و اولیاء مختار کل، مشکل کشا اور حاجت روا ہیں۔ رزق و اولاد دینے والے اور تقدیر بھی بدل دیتے ہیں“۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو مختار کل، مشکل کشا، حاجت روا، رزق و اولاد دینے والا اور تقدیر بدلنے والا کہنا ایسے ہی ہے جسے کوئی رات کو دن کہہ دے۔ کیونکہ یہ عقائد اللہ تعالیٰ کے قرآن اور پیارے نبی ﷺ کے فرمان سے ٹکراتے ہیں۔ اب میں یکے بعد دیگرے ان مضوعات پر روشنی ڈالتا ہوں۔

اللہ کے سوا کوئی مختار کل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں“، (آل عمران: ۱۲۸)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار

حد ہو گئی!

نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو“، (الاعراف: ۱۸۸)۔ تیسرے مقام پر ہے: ”ان کے لیے تو استغفار کر یا نہ کر اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا ہے۔ ایسے فاسق لوگوں کو رب کریم ہدایت نہیں دیتا“، (التوبہ: ۸۰)۔ چوتھے مقام پر ہے: ”گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے“، (یوسف: ۱۰۳)۔ پانچویں مقام پر ہے: ”اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے (یعنی پکارتے) ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں“، (الاعراف: ۱۹۷)۔ مزید پڑھیے: ”(البقرة: ۲۷۲)، (المائدہ: ۴۰ تا ۴۱)، (یونس: ۱۵ تا ۱۶)، (یونس: ۴۹)، (الحج: ۷۳ تا ۷۴)، (الرعد: ۳۸)، (بنی اسرائیل: ۵۶ تا ۵۷)، (الکہف: ۶)، (النجم: ۵۸) اور (الزمر: ۱۹)۔“

جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وہاں پہلے ہی سے موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”چچا! آپ صرف کلمہ لا الہ الا اللہ، پڑھ دیجئے تاکہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بولے کیا تم عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جاؤ گے؟ نبی کریم ﷺ بار بار ان سے یہی کہتے رہے (کہ آپ صرف کلمہ پڑھ لیں) اور یہ دونوں بھی اپنی بات ان کے سامنے بار بار دہراتے رہے۔ آخر ابو طالب کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ یہی تھا کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہی قائم ہیں۔ انہوں نے ”لا الہ الا اللہ“، پڑھنے سے انکار کر دیا۔“ راوی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے طلب مغفرت کرتا رہوں گا تا آنکہ (Unless) مجھے اس سے روک نہ دیا جائے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ”ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین“، نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ اور خاص ابو طالب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم ﷺ سے کہا گیا: ”انک

حد ہو گئی!

لا تھدی من اجبت و لكن الله يهدى من يشاء“، کہ جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے، (بخاری: ۴۷۷۲)۔

(۴)

مشکل کشا و حاجت روا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”کیا تجھے علم نہیں کہ زمین و آسمان کا مالک اللہ ہی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں“، (البقرہ: ۱۰۷)۔ اور فرمایا: ”اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو مت پکارو جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں“، (یونس: ۱۰۶ تا ۱۰۷)۔ ایک اور جگہ فرمایا: ”اسی (اللہ تعالیٰ) کو پکارنا حق ہے۔ جو لوگ اوروں کو اس کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ ان کی پکار کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے مگر جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلانے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں پڑ جائے حالانکہ وہ پانی اس کے منہ میں پہنچنے والا نہیں، ان منکروں کی جتنی پکار ہے سب گمراہی ہے“، (الرعد: ۱۴)۔ مزید فرمایا: ”آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دیجیے اللہ۔ کہہ دیجئے! کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو جو خور اپنی جان کے بھی بھلے، برے کا اختیار نہیں رکھتے“، (الرعد: ۱۶)۔

تمہارا مطلب ہے کہ: ”مولا علی مشکل کشا، مشکل کشا نہیں ہیں؟“، ضعیف آدمی نے تیوری چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

عبدالرحمن:

اس کی کیا دلیل ہے کہ: ”حضرت علیؓ، مشکل کشا ہیں۔“

بوڑھے شخص نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا:

حد ہو گئی!

”پاگل ہے کہ نہیں، تمہارے دماغ کا سافٹ ویئر اپ ڈیٹ (Software Update) ہونے والا ہے! تمہیں معلوم ہی نہیں کہ ہمارے باپ دادا نے کیا سبق دیا ہے؟“، یہ تو اکثر لوگ بھی کہتے ہیں کہ: ”مولا علیؑ، مشکل کشا ہیں۔“

عبدالرحمن بڑے سنجیدہ انداز میں:

”آباؤ اجداد کے اقوال کو قرآن و حدیث پر پیش کرو، اگر مترادف ہو مان لو اور اگر متضاد ہو تو چھوڑ دو۔“ ”مشرک کا ہر دور میں ہی یہی جواب رہا ہے کہ ہمارے باپ دادا ایسے کرتے تھے اور ہم ان کی پیروی کریں گے۔“ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا، کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں“، (المائدہ: ۱۰۴)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں، پس ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو“، (الاعراف: ۷۰)۔

آپ نے کہا کہ: ”یہ تو اکثر لوگ بھی کہتے ہیں کہ مولا علیؑ، مشکل کشا ہیں۔“ اکثریت کے کہنے سے کوئی چیز دین نہیں بن جاتی۔ تعداد حق کو ماپنے (Measuring) کی کسوٹی نہیں ہے۔ مثلاً: ”دنیا بھر میں سب سے زیادہ عیسائی ہیں۔ کیا مسیح حق پر ہیں؟ سود خور بے شمار ہیں۔ کیا وہ درست ہیں؟“

اکثریت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قرآن سے پوچھ لیتے ہیں، الرحمن فرماتے ہیں: ”اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں“، (الانعام: ۱۱۶)۔ الرحیم فرماتے ہیں: ”زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اگلوں کا انجام کیا ہوا، جن میں اکثر لوگ مشرک تھے“، (الروم

حد ہو گئی!

(۴۲)۔ الخالق مزید فرماتے ہیں: ”ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لیے ہر طرح سے تمام مثالیں بیان کر دی ہیں، مگر اکثر لوگ انکار سے باز نہیں آتے“، (بنی اسرائیل: ۸۹)۔

باپ دادا کی بات اگر اللہ کی نازل کردہ سند کے مطابق ہو تو ہم تسلیم کر لیں گے ورنہ کسی قیمت پر بھی ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے کہ: ”اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، فرمانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“، (یوسف: ۴۰)۔ ”اگر حضرت علیؓ، مشکل کشا ہیں تو پھر اپنے پیارے بیٹے حضرت حسینؓ کی مشکل حل کیوں نہیں کی؟“

کافی ہے اللہ سب کی حاجت روائی کے لیے نبی پیغمبر امام، ولی فقط رہنمائی کے لیے پڑھتے ہو نماز میں ایک نعت و ایک نستعین پھرتے ہو پھر بھی در بدر مشکل کشائی کے لیے (۵)

رزق و اولاد دینے اور تقدیر بدلنے والا اللہ کے علاوہ کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”کہہ دیجئے! کہ میرا رب جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی کر دیتا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“، (سبا: ۳۶)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے“، (بنی اسرائیل: ۳۱)۔

بد قسمتی سے ہم تک قوالیوں کے ذریعے پیغام پہنچایا جا رہا ہے کہ انبیاءؑ اور اولیاءؑ رازق ہیں۔ مثلاً قوالی ہے کہ: ”میں سنی عقیدت والا ہوں، اے تو کیوں مجھ سے چلتا ہے۔ اک میں کیا سارا زمانہ بھی، میرے خواجہ کے در پے پلتا ہے۔ یہاں خواجہ کا سکہ چلتا ہے، خواجہ کا سکہ چلتا ہے“۔ جبکہ الرحمن فرماتے ہیں: ”اور وہ (مشرک) اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے انہیں کچھ بھی

حد ہو گئی!

روزی نہیں دے سکتے اور نہ کچھ قدرت رکھتے ہیں“، (النحل: ۷۳)۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ: ”جس وقت خواجہ نہیں تھا اس وقت سارا زمانہ کس کا دیا کھاتا تھا؟“

لوگ غیر اللہ سے اولاد مانگتے ہیں، مثلاً: ”بابا شاہ جمال پتر دے رتا لال“۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے“، (الشوری: ۴۹ تا ۵۰)۔

جن کو اللہ اولاد دے پھر وہ دوسروں کو اللہ کا شریک کرے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”وہ اللہ پاک ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کی طرف مائل ہو کر راحت حاصل کرے پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔ سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بو جھل ہو گئی تو دونوں میاں بیوی اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر تو نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے۔ سو جب اللہ نے دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے، سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔ کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہ کر سکیں اور وہ خود ہی پیدا کئے گئے ہوں۔ اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں آپ کہہ دیجئے! تم اپنے سب شرکا کو بلا لو، پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو

حد ہو گئی!

- یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اور تم جن لوگوں کو اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے“، (الاعراف: ۱۸۹ تا ۱۹۸)۔

کہا جاتا ہے کہ: ”تقدیر بدلنے والے داہے وچ لاہور دے دیرا“۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا بھی اختیار کون رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے تو، بلکہ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خوب باخبر ہے“، (الفتح: ۱۱)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے (سوار) تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے لڑکے میں تجھے چند کلمے سکھاتا ہوں (جو یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کو یاد کر تو، تو اسے اپنے ساتھ پائے گا، جب سوال کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کر، جب مدد مانگنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مانگ، اور اچھی طرح جان لے کہ اگر سارے لوگ تجھے نفع پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، قلم (تقدیر لکھنے والے) اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے جن میں تقدیر لکھی گئی ہے خشک ہو چکے ہیں“، (ترمذی)، (کتاب التوحید، ص: ۱۳۴)۔ میں یہاں پر وضاحت کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

پتر جی (Son)! اب تمہاری چالاکی نہیں چلے گی، ضعیف آدمی جوش سے بولا۔

”کیسی چالاکی بابا جی؟“، عبدالرحمن نے پوچھا۔

بوڑھا شخص:

حد ہو گئی!

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”دعاء سے تقدیر بدلتی ہے“، مگر تم کہہ رہے ہو قلم اٹھائے گئے ہیں۔“

عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

”آپ نے مجھے بات مکمل کرنے ہی نہیں دی، میں وضاحت تو کرنے لگا تھا۔“ ”تقدیر کی دو قسمیں ہیں پہلی تقدیر مبرم (یعنی فیصلہ کن) یہ کسی صورت میں نہیں بدلتی، دوسری تقدیر معلق، یہ دعا کرنے سے بدل جاتی ہے، اور اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جا چکا ہے فلاں شخص کی فلاں تقدیر فلاں دعا کرنے سے بدل جائے گی، تقدیر معلق کے بارے ہی میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: تقدیر نہیں بدلتی مگر دعا سے“، (کتاب التوحید، ص: ۱۳۴)۔

عبادات میں شرک

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے سامنے بے حس و حرکت، با ادب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع اور سجدہ کرنا۔ کسی قبر پر قیام کرنا، مجاور بن کر بیٹھنا یا طواف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دعا مانگنا یا انہیں دعا میں وسیلہ بنانا، فریاد کرنا اور پناہ طلب کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کا جانور ذبح کرنا، نذرو نیاز دینا، منت ماننا، چڑھاوا چڑھانا یا کسی اور پر توکل کرنا ”شرک فی العبادات“، کہلاتا ہے۔ زبانی، مالی اور جسمانی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خالص اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے تجھ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو“، (الانبیاء: ۲۵)۔ اور فرمایا: ”آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز

حد ہو گئی!

اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے“، (الانعام: ۱۶۲)۔ مزید فرمایا: ”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودان باطلہ سے بچو“، (النحل: ۳۶)۔

(۲)

قیام، رکوع اور سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اپنی نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز (عصر) کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے با ادب کھڑے رہا کرو“، (البقرة: ۲۳۸)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی یہ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا“، (الحج: ۲۶)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے لئے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ اسے برا مانتے تھے“، (ترمذی: ۲۵۵۸)۔ دوسری حدیث میں ہے، سیدنا معاویہؓ روایت کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: ”جسے لوگوں کا اس کے سامنے تصویروں کی طرح (بے حس و حرکت اور با ادب) کھڑے رہنا پسند ہو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ تلاش کر لے“، (ترمذی: ۲۵۵۹)۔ رکوع و سجود کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اے ایمان والو! رکوع کرو، سجدہ کرو اور عبادت کرو اپنے پروردگار کی اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ“، (الحج: ۷۷)۔ اور الرحمن فرماتے ہیں: ”تم سورج کو سجدہ نہ کرو نہ چاند کو بلکہ سجدہ اس اللہ کو کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے تو“، (حم السجدة: ۳۷)۔

سیدنا قیس بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں حیرہ (یمین کا شہر) آیا، تو دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے ہیں تو میں نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں سجدہ کیا جائے“۔ میں

حد ہو گئی!

جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے کہا کہ: ”میں حیرہ شہر کے لوگوں کو اپنے سردار کے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اللہ کے رسول! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بتاؤ! اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو گے، تو اسے بھی سجدہ کرو گے؟“ میں نے کہا: ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اب بھی مجھے سجدہ نہ کرو، اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاوندوں کا بڑا حق رکھا ہے“، (ابو داؤد: ۲۱۴۰)۔

ہمارے معاشرے میں قیام، رکوع اور سجدہ جیسی شرک آمیز رسم کتنی عام ہے۔ اسکول میں اساتذہ کی آمد پر طلبہ کا کھڑا ہونا اور لوگوں کا کسی لیڈر یا افسر کے ظہور پر قیام۔ پیروں کے سامنے مریدوں کا کھڑا ہونا، جھکنا اور سجدہ کرنا۔ بزرگوں کی قبروں پر قیام، رکوع اور سجدے۔

(۳)

قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا (یعنی اعتکاف) یا طواف کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو“، (البقرة: ۱۲۵)۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی یہ کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھنا“، (الحج: ۲۶)۔

سیدنا ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”اگر کوئی انگارے پر بیٹھے اور اس کے کپڑے جل جائیں اور اس کی کھال تک آگ پہنچ جائے تو بھی بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے“، (مسلم: ۲۲۴۸)۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں کو پختہ کریں اور اس سے کہ اس پر بیٹھیں اور اس سے کہ ان پر گنبد بنائیں“، (مسلم: ۲۲۴۵)۔ اور سیدنا ابو ہریرہؓ

حد ہو گئی!

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کی پیٹھیں ذی الخلصہ کے گرد طواف نہ کرنے لگیں۔ ذوالخلصہ ایک بت تھا جس کو دوس جاہلیت کے زمانہ میں تبالہ میں پوجا کرتے تھے“، (مسلم: ۷۲۹۸)۔ انکل! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، بلال ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

”بیٹا! بتاؤ، عبدالرحمن اطہار مسرت کرتے ہوئے۔“

بلال:

”انکل! میں نے انٹرنیٹ پر دیکھا کہ ہمارے ملک میں بھی بہت سے لوگ قبر کے گرد طواف کر رہے تھے۔ جیسے حج ہوتا ہے ویسے ہی کر رہے تھے۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ جس کو یقین نہیں آتا، وہ ”یوٹیوب“ پر دیکھ سکتا ہے۔ بس! آپ تلاش کریں: Lal Shahbaz Kalandar Ki Dargah Ka Hajj۔“

عبدالرحمن بے چینی کے عالم میں بولا:

امت مسلمہ، شرک میں اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ: ”مشرکین مکہ بھی اس حد تک نہیں گئے تھے۔“ عورتیں قبروں پر جا کر اعتکاف کرتی ہیں۔ لوگ مٹی چاٹتے اور مرد و زن مخلوط رقص کرتے ہیں۔ ناچنے والی عورتوں نے خیمے لگائے ہوتے ہیں، جن میں دن، رات زنا کاری کو فروغ دیا جاتا ہے۔ جوا، ڈانس اور میوزک سر عام چلتا ہے۔ فحاشی کے پودے کو پانی دیا جاتا ہے۔ عوام الناس نے میلوں پے جانا اور قبروں کو سجدے کرنا ہی دین سمجھ لیا ہے۔

(۴)

لوگو! اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے نام کا جانور ذبح کرنا، چڑھاوا چڑھانا، نذرو نیاز دینا اور منت ماننا بھی شرک ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کر دی جائے، حرام ہے“، (البقرہ: ۱۷۳)۔ دوسرے مقام پر

حد ہو گئی!

ہے: ”اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیے گئے ہوں اور یہ کام نا فرمانی کا ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے“، (الانعام: ۱۲۱)۔

حضرت طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک آدمی صرف مکھی کی وجہ سے جنت میں چلا گیا اور دوسرا جہنم میں“۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیسے؟“، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دو آدمی ایک قبیلے کے پاس سے گزرے، اس قبیلے کا ایک بت تھا جس پر چڑھاوا چڑھائے بغیر کوئی آدمی وہاں سے نہیں گزر سکتا تھا“۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص سے کہا گیا کہ: ”اس بت پر چڑھاوا چڑھاؤ“۔ اس نے کہا کہ: ”میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں“۔ قبیلے کے لوگوں نے کہا: ”تمہیں چڑھاوا ضرور چڑھانا ہو گا خواہ مکھی ہی پکڑ کر چڑھاؤ؟“۔ مسافر نے مکھی پکڑی اور بت کی نذر کر دی لوگوں نے اسے جانے دیا اور وہ جہنم میں داخل ہو گیا۔ قبیلے کے لوگوں نے دوسرے آدمی سے کہا: ”تم بھی کوئی چیز بت کی نذر کرو“۔ اس نے کہا: ”میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کا چڑھاوا نہیں چڑھاؤں گا“۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا ”وہ جنت میں چلا گیا“ (احمد)، (Kitab At-Tauhid, CHAPTER:10)۔

امیر المومنین حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ لعنت کرے اس پر جو لعنت کرے اپنے باپ پر اور لعنت کرے اللہ اس پر جو جانور ذبح کرے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے اور لعنت کرے اللہ اس پر جو پناہ دے کسی بدعتی کو اور لعنت کرے اللہ اس پر جو زمین کی حدیں تبدیل کرے“، (مسلم: ۵۱۲۴)۔

(۵)

لوگوں کے چہروں سے معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے دل کتاب و سنت کے پانی سے سیراب ہو رہے ہیں۔ ہمارے دلوں کی آبیاری کیسے نہ ہو، ہم میں اکثر دل ایسے تھے جنہیں تعصب کی بنا پر قرآن و حدیث

حد ہو گئی!

کی تعلیمات سے محروم کر دیا گیا۔ ہم میں ایسے لوگ بھی تھے جنہیں کتاب و سنت کے نام پر شرک و بدعت جیسی گھناؤنی (Filthy) تعلیم دی گئی۔ ایسے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں قرآن و حدیث کی بجائے ”ہیر رانجھا“، تھما دی گئی۔ کچھ ایسے بھی تھے جنہیں بزرگوں کی لکھی ہوئی، قصوں و کہانیوں پر مبنی کتابوں میں ہی قید کر دیا گیا اور کہا گیا کتاب و سنت کا فہم ممکن نہیں۔ ضعیف آدمی، پھر غصے سے بولا :

”بس کرو! عبدالرحمن، تم تو ہمیں مشرکین مکہ سے بھی برا کہہ رہے ہو۔ میں مانتا ہوں، ہم میں سے جاہل لوگوں نے ہمیں بدنام کر وا دیا ہے۔ جو پیروں کے پاؤں چومتے اور رکوع و سجدہ کرتے ہیں۔ جو قبروں کا طواف کرتے اور مجاور بن کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ عورتیں بھی وہاں بیٹھتی اور اولاد مانگتی ہیں۔ ناچ، گانا اور بے حیائی بھی ہوتی ہے۔ لیکن میں تو صرف اللہ کے پیاروں کو وسیلہ بناتا ہوں۔ کیونکہ، اللہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں۔“

عبدالرحمن نے ”ما قدروا اللہ حق قدرہ!“، پڑھتے ہوئے کہا:

بابا جی! یہ کہنا کہ: ”اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں“، کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ پاک، قرآن مجید میں فرماتے ہیں: ”اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کتراتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے“، (المومن: ۶۰)۔ اور الرحمن مزید فرماتے ہیں: ”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے“، (البقرة: ۱۸۶)۔

دوسری بات، نبی پاک ﷺ کے دور کے مشرک بھی یہی کہتے تھے کہ ہم بزرگوں کے بت بنا کر عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے: ”اور یہ لوگ

حد ہو گئی!

اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے (پکارتے) ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں (یعنی اللہ کو تو اس بات کا علم نہیں کہ اس کی بارگاہ میں کوئی سفارشی بھی ہے؟)، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے، (یونس: ۱۸)۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت (پکارا) صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں، یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ اللہ کرے گا۔ جھوٹے اور ناشکرے (لوگوں) کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا“، (الزمر: ۳)۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (اوروں کو) سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ گو وہ کچھ اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں“، (الزمر: ۴۳)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا، تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی مددگار اور سفارشی نہیں۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے“، (السجدة: ۴)۔ اور تیسرے مقام پر ہے: ”وہ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب (Sun and Moon) کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم ان (سفارشیوں) کو پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو دعا و التجا کو قبول نہ کر سکیں گے اور روز قیامت تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر دیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا“، (فاطر: ۱۳ تا ۱۴)۔

حد ہو گئی!

مشروع وسیلہ کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم: ”اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات کا وسیلہ“۔ دوسری قسم: ”مومن کا اللہ پاک سے اپنے اعمال صالحہ کے ذریعے وسیلہ“۔ تیسری قسم: ”کسی زندہ مومن بھائی کی دعا کے ذریعے وسیلہ۔“

اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں کے وسیلہ سے دعا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، سو ان ناموں سے اس کو پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی“، (الاعراف: ۱۸۰)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”اے میرے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے اور مجھے اپنی رحمت کے وسیلے سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما“، (النمل: ۱۹)۔

عمل صالح کا وسیلہ بھی قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”جو لوگ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لا چکے اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا“، (ال عمران: ۱۶)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول (ﷺ) کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے“، (ال عمران: ۵۳)۔ اور تیسرے مقام پر ہے: ”اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ، پس ہم ایمان لائے۔ یا الہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیکیوں کے ساتھ کر“، (ال عمران: ۱۹۳)۔

کسی زندہ نیک آدمی کی دعا کا وسیلہ بھی جائز ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے، اس وقت مسلمان نبی پاک ﷺ کو دعا کا کہا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی امت سے اپنے لئے دعا مانگنے کی درخواست کی تھی۔ مثلاً: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا بیان ہے کہ انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو

حد ہو گئی!

فرماتے سنا ہے کہ: ”جب مؤذن کی اذان سنو تو تم وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو کیونکہ وسیلہ دراصل جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا اور جو کوئی میرے لیے (اللہ سے) وسیلہ طلب کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی“، (مسلم: ۸۴۹)۔ ضعیف آدمی، بڑے سنجیدہ انداز میں بولا:

عبدالرحمن! میرا خیال ہے کہ تم وہ حدیث بھول گئے ہو جس میں ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ: ”اے اللہ! میں حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے“۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے آدم میری تمام مخلوق میں جس کا وسیلہ تو نے دیا ہے مجھے بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔ اگر محبوب (ﷺ) نہ ہوتے تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔“

عبدالرحمن:

پہلی بات: ”اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے۔ اس میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی ہے اور اس پر یہ حکم لگایا گیا ہے“، (میزان الاعتدال، جلد: ۲، صفحہ: ۱۰۶)، (وسیلہ کا شرک)۔

دوسری بات قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں یوں فرماتا ہے: ”(حضرت آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے“، (البقرة: ۳۷)۔ وہ دعا جو اللہ پاک نے سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول فرمائی، قرآن میں ہی ہے اور وہ یہ ہے: ”دونوں (آدمؑ و حوا) نے

حد ہو گئی!

کہا اے ہمارے رب ! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے“ ، (الاعراف : ۲۳) ۔

تیسری بات اس روایت میں کائنات کے پیدا کرنے کی وجہ نبی پاک ﷺ کو کہا گیا ہے جبکہ اللہ پاک فرماتے ہیں : ”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں“ ، (الذاریات : ۵۶) ۔

شرکِ اصغر

پریشانی ، نظر بد یا کسی مرض سے بچنے کے لئے تعویذ ، چھلہ ، منکا ، زنجیر یا کڑا وغیرہ پہننا۔ حادثات یا بری نظر سے محفوظ رہنے کے لئے کار یا مکان و دوکان پر جوتی یا کالی ہنڈیا لٹکانا۔ غیر اللہ کی قسم اٹھانا ، ریاکاری کرنا ، نماز چھوڑنا اور ستاروں کی تاثیر پر یقین رکھنا ، یہ سب افعال شرک ہیں۔

(۲)

تعویذ ، چھلہ ، منکا ، زنجیر یا کڑا وغیرہ پہننا اور کار یا مکان و دوکان پر جوتی یا کالی ہنڈیا لٹکانا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ”اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے“ ، (الانعام : ۱۷) ۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ بنی کریم ﷺ نے ایک مرد کے ہاتھ میں پیتل کا چھلا دیکھا تو فرمایا : ”یہ چھلا کیسا ہے ؟“ کہنے لگا : ”یہ واہنہ (بیماری) کے لئے ہے“ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا : ”اسے اتار دو کیونکہ اس سے تمہارے اندر وہن اور کمزوری ہی بڑھے گی“ ، (ابن ماجہ : ۳۵۳۱) ۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ : ”دم ، تعویذ اور ٹونا

حد ہو گئی!

سب شرک ہے“، (ابن ماجہ: ۳۵۳۰)۔ حضرت عقبہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں (دس آدمیوں کا) ایک وفد حاضر ہوا، رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے نو آدمیوں سے بیعت لی اور ایک سے ہاتھ روک لیا، انہوں نے پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے نو کو بیعت کر لیا اور اس شخص کو چھوڑ دیا؟“ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”اس نے تعویذ پہن رکھا ہے“۔ یہ سن کر اس نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اس تعویذ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا: ”جو شخص تعویذ لٹکاتا ہے وہ شرک کرتا ہے“، (مسند احمد: ۱۷۵۵۸)۔

(۳)

ریا کاری شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”پھر تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں اور ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں“، (الماعون: ۴ تا ۷)۔

ایک طویل حدیث ہے جس میں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”ہر مومن اس کے لیے سجدہ میں گر جائے گا۔ صرف وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دکھاوے اور شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے، وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی پیٹھ تختہ کی طرح ہو کر رہ جائے گی“، (بخاری: ۷۴۳۹)۔ سیدنا جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”جو شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بد نیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا۔ اسی طرح جو کوئی لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام کرے گا اللہ بھی قیامت کے دن اس کو سب لوگوں کو دکھلا دے گا“، (بخاری: ۶۴۹۹)۔

(۴)

نماز ترک کرنا شرک اور کفر ہے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”(لوگو!) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ“، (الروم: ۳۱)۔ اور الرحمن

حد ہو گئی!

فرماتے ہیں: ”پس اگر وہ (یعنی مشرکین) توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان ہے“، (التوبہ: ۵)۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے“، (مسلم: ۲۴۷)۔ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے اور ان (منافقین) کے درمیان عہد (یعنی ان سے لڑائی سے مانع) نماز ہے (جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں گے ہم ان کو مسلمان سمجھ کر اہل اسلام کا سا معاملہ کریں گے) پس جو نماز کو چھوڑ دے تو وہ یقیناً (ظاہری طور پر بھی) کافر ہو گیا“، (ابن ماجہ: ۱۰۷۹)۔

(۵)

اللہ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا اور ستاروں کی تاثیر پر یقین رکھنا شرک ہے۔ ”یہ وہابی ہے! بے ادب، خناس اور گستاخ ہے! اس کی باتیں نہ سنو! ضعیف آدمی نے غصے سے عبدالرحمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔“

عبدالرحمن کی بائیں طرف کھڑا ہوا لڑکا، عبدالرحمن سے پہلے ہی بول پڑا:

”وہابی کیا ہے، کیا ہے وہابی، ہے کیا وہابی؟“ ہم آپ کو بہت دیر سے دیکھ رہے ہیں کہ: ”آپ کباب میں ہڈی بنے ہوئے ہیں“۔ ”کہانیاں سن سن کر جی نہیں بھرا آپ کا؟ لیلیٰ، مجنوں یا سسی، پنوں کے بارے سننے کو دل کرتا ہے کیا؟“ آج ساری زندگی بعد ”خالص قرآن و حدیث کی آواز ہمارے کانوں میں پڑی ہے“، تو آپ کیوں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ انہوں (یعنی عبدالرحمن) نے ایک مرتبہ بھی کہا ہے کہ: ”تم وہابی ہو جاؤ، بلکہ وہ تو کہہ رہے ہیں کتاب و سنت پے عمل کرو“۔ ہم تو اللہ کا پیغام اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان سنیں گے۔ اللہ کی قسم! جو لطف آج قرآن و حدیث سن کر ملا ہے وہ ہم ساری زندگی بھی محسوس نہیں کر پائے۔ عبدالرحمن صاحب! آپ کتاب و سنت سے سمجھائیں، ہم ساری زندگی یہاں کھڑے ہو کر سننے کے لیے تیار ہیں۔

حد ہو گئی!

عبدالرحمن :

جزاک اللہ خیر، میں بتا رہا تھا کہ ”اللہ کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا اور ستاروں کی تاثیر پر یقین رکھنا شرک ہے“۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے وہ شرک کرتا ہے“، (۴۹۰۴)۔

زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی صبح کی ہمارے ساتھ حدیبیہ میں (جو ایک مقام کا نام ہے مکہ کے قریب) اور رات کو پانی پڑ چکا تھا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟“ انھوں نے کہا: ”اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتا ہے“۔ آپ ﷺ نے کہا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میرے بندوں میں سے بعضوں کی صبح ایمان پر ہوئی اور بعضوں کی کفر پر“۔ جس نے کہا: ”پانی پڑا اللہ کے فضل اور رحمت سے وہ ایمان لایا مجھ پر اور کافر ہوا تاروں سے“، اور جس نے کہا: ”پانی پڑا تاروں کی گردش سے وہ کافر ہوا میرے ساتھ اور ایمان لایا تاروں پر“، (مسلم: ۲۳۱)۔

اطاعتِ رسول ﷺ

کوئی بھی انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، اللہ ہی کی پیروی ہے اور آپ ﷺ کی اتباع ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جو سید المرسلین ﷺ کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور گناہ بھی معاف فرما دے گا۔ آپ ﷺ کی پیروی قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے واجب ہے۔ اتحاد المسلمین، صرف قرآن و حدیث کو مضبوطی سے تھامنے پر ہو گا۔

حد ہو گئی!

قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور راستے پر یا کسی اور شخص کے پیچھے چلنے والا سراسر گمراہ ہے۔ جو عمل نبی پاک ﷺ کی سنت کے مطابق نہ ہو وہ قابل قبول نہیں اور بربادی کا باعث ہے۔ جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا علم ہونے کے بعد کسی امام، عالم یا ولی کی بات پر جما رہے، وہ اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے۔

بد قسمتی سے! مسلمانوں نے جس طرح توحید کو چھوڑ کر شرک کو پسند کیا، اسی طرح اطاعتِ رسول ﷺ کو ترک کر کے تقلید کو اپنا لیا۔ امت مسلمہ میں فرقہ واریت اور شرک و بدعت کی وجہ صرف اور صرف تقلید ہے۔ تقلید کی وجہ سے اتنی زیادہ فرقہ واریت پھیلی ہے کہ: ”ایک ہی امام کے مقلدوں نے کئی فرقے بنا رکھے ہیں اور ایک، دوسرے کو کافر، کافر کہتے ہیں“۔ مقلدین کا حال یہ ہے کہ: ”سید المرسلین ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اماموں کے قول کو سینے سے لگاتے ہیں، چاہے وہ نبی کریم ﷺ کی بات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو“۔

اطاعتِ رسول ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”جس نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی“، (النساء: ۸۰)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے“، (النور: ۵۶)۔ تیسرے مقام پر ہے: ”کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو (جان لیں کہ) بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا“، (العمران: ۳۲)۔ اور چوتھے مقام پر ہے: ”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اتباع سے منہ موڑ کر) اپنے اعمال ضائع نہ کرو“، (محمد: ۳۳)۔

مزید دیکھیے: ”(العمران: ۳۱)، (العمران: ۱۳۲)، (النساء: ۱۳)، (النساء: ۵۹)، (النساء: ۶۴) تا (۶۵)، (النساء: ۶۹)، (المائدہ: ۹۲)، (الانفال: ۲۰)، (الانفال: ۴۶)، (النور: ۴۷ تا ۴۸)،

حد ہو گئی!

النور: ۵۱ تا ۵۲)، (النور: ۵۴)، (الاحزاب: ۳۶)، (الاحزاب: ۷۱)، (الفتح: ۱۷)، (الحجرات: ۱۴)، (الحشر: ۷) اور (التغابن: ۱۲)۔

”عبدالرحمن! تقلید تو واجب ہے اور قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے، ضعیف آدمی بولا۔“
کونسی آیت میں ہے کہ: ”تقلید واجب ہے“۔ عبدالرحمن نے پوچھا۔
بوڑھا شخص:

جس میں اللہ پاک فرماتے ہیں: ”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور اپنے آپ میں سے ”اولو الامر“ کی اطاعت کرو۔“ ”اولو الامر“ سے مراد امام ہیں
امام۔

عبدالرحمن، مسکراتے ہوئے:

بابا جی! پہلی بات: ”اولو الامر سے مراد بعض کے نزدیک امرا و حکام اور بعض کے نزدیک علما و فقہا
ہیں“، (تفسیر احسن البیان)۔

دوسری بات: ”چلو میں کچھ دیر کے لئے آپ کی بات مان لیتا ہوں اس سے مراد امام ہیں“۔ لیکن آپ
نے آیت کا اگلا حصہ پڑھا ہی نہیں جس میں تقلید کا رد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اولو الامر کی۔ پھر اگر
کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر
اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور ثواب کے لحاظ سے بھی اچھا ہے“، (النساء: ۵۹)۔

اس آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ”پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے
لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف“۔ میں ایک مثال دیکر بات کو واضح کرتا ہوں کہ: ”امام
ابو حنیفہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے“۔ جبکہ: ”امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رفع

حد ہو گئی!

الیدین کرتے تھے۔ اختلاف پیدا ہو گیا کہ: ”تین امام رفع الیدین کرتے ہیں اور ایک نہیں کرتا۔“
اختلاف میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے طرف جانا چاہیے یعنی قرآن و حدیث سے تنازعہ ختم کرنا چاہیے۔
پھر آپ کیوں تقلید پر ہی جے رہتے ہیں؟ کیوں احادیث پڑھ کر رفع الیدین نہیں کرتے؟
بوڑھا شخص، بڑے سنجیدہ انداز میں:

چاروں امام حق پر ہیں، سب کے پاس اپنی اپنی دلیل ہو گئی۔
عبدالرحمن:

اپنی، اپنی دلیل کا کیا مطلب ہے؟ مسلمان کے لیے تو حجت صرف کتاب و سنت ہے۔ جس کی بات قرآن و حدیث کے مطابق ہو گی صرف وہ حق پر ہے۔ مثال کے طور پر: ”ایک بندہ پنسل کو پنسل کہتا ہے، دوسرا پنسل کو مسواک کہتا ہے۔ تیسرا آدمی پنسل کو چابی کہتا، چوتھا پنسل کو پائپ (Pipe) کہتا ہے۔ دلیلیں بھی چاروں ہی دیں گے کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں لیکن صحیح وہ ہو گا جو پنسل کو پنسل کہتا ہے۔ آپ کیوں نہیں چاروں اماموں کے اقوال کو کتاب و سنت کے ترازو سے ماپتے؟ کیوں سید المرسلین ﷺ سے نفرت کرتے ہو؟ ضعیف آدمی غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے:

ارے خناس! ہم نفرت کرتے ہیں؟ او خبیث! ہم بغض رکھتے ہیں؟ تم کیا جانو! عشق کیا ہوتا ہے۔ تم تو شیطان ہو شیطان۔ تم کو کیا معلوم مصطفیٰ ﷺ کی قدر، ہم نے آقا کی عظمت کو پہنچانا ہے۔ اچھا تو ہی بتا ہم کیسے نفرت کرتے ہیں؟

عبدالرحمن، بردباری (Tolerance) کا مظاہرہ کرتے ہوئے:

”اگر میں آپ کو حدیث پڑھ کر سناؤں کہ نبی پاک ﷺ نماز میں رفع الیدین کرتے تھے، تو کیا آپ حدیث پر عمل کریں گے یا مجھ سے نفرت کریں گے؟“
ضعیف آدمی:

حد ہو گئی!

”میں تجھ سے نفرت کروں گا کیونکہ تم مجھے میرے امام کے طریقے سے ہٹانا چاہتے ہو۔ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ امام کا قول نہ چھوڑو چاہیے کتاب و سنت سے ٹکرا جائے۔“

عبدالرحمن :

”آپ، مجھ سے نفرت حدیث کی وجہ سے کریں گے اور حدیث بات ہے رسول اللہ ﷺ کی۔ کسی کی بات سے عداوت، اس انسان سے نفرت کے مترادف ہے۔ نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں اگر موسیٰ کی بات بھی آجائے تو بھی ہم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ آپ امام کے قول کو قرآن و حدیث پر ترجیح دے رہے ہو، افلا تعقلون؟“

نبی پاک ﷺ کی کثیر التعداد احادیث سے ثابت ہے کہ اتباع سنت ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی“، (بخاری: ۷۱۳۷)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے لئے دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ تم ان کے بعد گمراہ نہ ہو سکو گے، ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری سنت، دونوں دنیا سے جانے کے بعد مجھے حوض پر ملیں گے“، (مسند رک حاکم: ۳۲۲)۔

صحابہ کرامؓ نے بھی تقلید کا رد ہی کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”سنت وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول ﷺ مقرر کرے۔ رائے کی خطا کو امت کے لیے سنت نہ بنا دو۔ رائے والے حدیث کے دشمن ہیں، ان پر اس کا حفظ مشکل ہو پڑا تو انہوں نے (لوگوں کو) رائے سے تباہ کیا۔ دینی مسائل میں رائے لگانے سے بچتے رہو۔ اہل رائے، حدیثوں کے دشمن ہیں ان سے حدیثیں یاد نہیں ہوتیں تو پھر اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں جو حدیثوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ پس ان سے بالکل علیحدہ رہنا اور انہیں بھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دینا“، (اعلام الموقعین، ص: ۵۴ تا ۵۵)۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ”تمہارے علماء مر جائیں گے پھر لوگ جاہلوں کو امام بنا لیں گے جو امور دین میں رائے، قیاس لگائیں گے“، (اعلام

حد ہو گئی!

الموقعین ، ص : ۵۵)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ”جس نے ایسی رائے نکالی جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ سنت رسول ﷺ (یعنی حدیث) میں ، میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کے ہاں اس کا کیا حال ہو گا؟ دین تو صرف قرآن و حدیث میں ہی ہے“ ، (اعلام الموقعین ، ص : ۵۶)۔ ضعیف آدمی سے ایک بار پھر صبر نہ ہو سکا اور اچانک بول پڑا:

”لوگو! یہ غیر مقلد ہے اور فرقہ واریت پھیلا رہا ہے۔ تم لوگ اپنے اپنے کام پر جاؤ ، اسے تو کوئی کام نہیں۔ تم کماؤ گے نہیں تو کھاؤ گے کہاں سے ، اپنے بیوی ، بچوں کا خیال نہیں ہے کیا؟“ عبدالرحمن کی بائیں سمت موجود لڑکے نے کہا:

یہ تو فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں لیکن جب ہماری مسجد کا مولوی لاؤڈ اسپیکر میں گالیاں دیتا ، بازاری اور گندی زبان استعمال کرتا ہے اس وقت تو آپ نہیں کہتے کہ: ”یہ فرقہ واریت پھیلا رہا ہے“۔ دوسری بات: ”ہم نے ساری زندگی کام ہی کیا ہے ، آج اگر اللہ کی رضا اور رحمت کے لیے ورک (Work) نہ بھی کریں گے تو بھی ہم بہت خوش ہیں“۔ انکل ، میں بھی فرقہ واریت اور تقلید کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں بلال نے دھیمی آواز میں کہا:

عبدالرحمن ، مسکراتے ہوئے :

”آپ ضرور فرمائیں!“

بلال :

بابا جی ! جو کتاب و سنت سے سمجھائے وہ فرقہ واریت نہیں بلکہ جو قرآن و حدیث کے علاوہ کسی شخص ، کتاب یا جگہ کی طرف بلائے وہ فرقہ واریت پھیلا رہا ہے۔ مثلاً: ”لاہور سے پانچ آدمی سفر پر روانہ ہوئے ہیں جنہوں نے کراچی جانا ہے۔ پتو کی پہنچ کر ایک ، اسلام آباد کا رخ کر لیتا ہے اور دوسرا ، چھانگا مانگا کی طرف چل پڑتا ہے۔ تیسرا ، قصور کی جانب مڑ جاتا ہے اور چوتھا ، سیالکوٹ کو جانا چاہتا ہے۔ پانچواں ، کراچی کی طرف سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ پانچوں ہی نے ایک ، دوسرے کو بھی کہا ہے کہ:

حد ہو گئی!

”میرے ساتھ آ جاؤ، میں کراچی جا رہا ہوں۔“ اب اصل شاہرہ کی جانب یعنی کراچی کی طرف بلانے والا فرقہ واریت نہیں پھیلا رہا کیونکہ وہ صحیح راستے کی طرف ان کی رہنمائی کر رہا ہے۔ باقی چاروں فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں کیونکہ وہ ایسی شاہرہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں جس پر جتنی مرضی محنت سے سفر کر لیں اصل منزل (یعنی کراچی) سے اتنا ہی دور ہوتے جائیں گے۔

بابا جی! آپ نے کہا یہ غیر مقلد ہے۔ آپ اسے اطاعت رسول ﷺ کرنے والا کیوں نہیں کہتے؟ مقلد کا الٹ غیر مقلد نہیں، متبع سنت ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: ”رات کا متضاد دن ہوتا ہے، غیر دن نہیں۔ شام کا الٹ صبح ہوتا ہے، غیر صبح نہیں۔ سردی کا متضاد گرمی ہوتا ہے، غیر گرمی نہیں۔

تقلید کے متعلق میں، آپ سے کچھ سوال پوچھتا ہوں کہ: ”کیا اماموں نے کسی کی تقلید کی، کیا اماموں نے تقلید پر خود کتابیں لکھیں یا کہا کہ حدیث مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ کر ہمارے اقوال کو ترجیح دو اور کیا اماموں کی تقلید نبی پاک ﷺ کی اتباع سے بہتر ہے؟ اللہ کا دین کون لے کر آئے، امام یا رسول اللہ ﷺ، کیا دین امام کے فتوے کا نام ہے یا وحی الہی کا؟ صحابہ کرام نے اماموں کی تقلید کی یا اتباع رسول ﷺ؟ ایک مسلمان کو کس کی پیروی کرنی چاہیے، رسول اللہ ﷺ کی یا اماموں کی؟ تقلید نے مسلمانوں کو متحد کیا ہے یا تقسیم؟ کامیابی اماموں کی تقلید میں ہے یا اتباع رسول ﷺ میں؟ قرآن و حدیث زیادہ ضروری ہے یا بزرگوں کے اقوال؟ قیامت کے دن اللہ کس کو انعام سے نوازے گا، جس نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کو چھوڑ کر اماموں کے اقوال کو فوقیت دی یا جس نے اماموں کے اقوال کو ترک کر کے نبی پاک ﷺ کی حدیث کی ترجیح دی؟ عبدالرحمن نے خوشی سے بلال کو گلے سے لگا لیا اور کہا:

”جزاک اللہ خیر“، اور اپنی بات جاری کی:

ائمہ اربعہ نے بھی تقلید کی مذمت ہی کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ: ”جو شخص میری دلیل سے واقف نہ ہو۔ اس کو لائق نہیں کہ میرے کلام کا فتویٰ دے“، (حقیقۃ الفقہ: ۸۸)۔ دوسرے مقام

حد ہو گئی!

پر فرماتے ہیں: ”جب صحیح حدیث مل جائے پس وہی میرا مذہب ہے“، (حقیقۃ الفقہ: ۸۷)۔ امام ابو حنیفہؒ سے کسی نے پوچھا: ”اگر آپ نے کچھ کہا اور کتاب اللہ (قرآن) کے مخالف ہو؟“ جواب دیا کہ: ”میرا قول جو کتاب اللہ کے مقابلہ میں ہو ترک کرو“۔ اس نے پھر پوچھا کہ: ”اگر رسول اللہ ﷺ کی خبر (حدیث) کے خلاف ہو تو؟“ جواب دیا کہ: ”میرا قول جو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ہو ترک کرو“۔ اس نے پھر پوچھا کہ: ”اگر صحابہؓ کے قول کے مخالف ہو؟“ جواب دیا کہ: ”میرا قول صحابہؓ کے مقابلہ میں ترک کرو“، (حقیقۃ الفقہ: ۸۶)۔

امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے: ”میں ایک انسان ہی تو ہوں صحیح بات بھی کہہ دیتا ہوں اور غیر صحیح بھی، پس میری باتوں کو دیکھو، پرکھو جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو اسے چھوڑ دو“، (اعلام الموقعین: ۶۶)۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ”جب میں کوئی مسئلہ کہوں اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو۔ تو جو مسئلہ نبی پاک ﷺ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہی اولیٰ ہے۔ پس میری تقلید مت کرو“، (حقیقۃ الفقہ: ۹۲)۔ اور امام احمدؒ فرماتے تھے کہ: ”اپنا علم اسی جگہ سے لو جہاں سے امام لیتے ہیں اور تقلید پر قناعت نہ کرو کیونکہ یہ اندھا پن ہے سمجھ میں“، (حقیقۃ الفقہ: ۹۷)۔

بدعات

تقلید کی وجہ سے بے شمار بدعات نے جنم لیا۔ لوگوں نے اپنے آباء و اجداد کو جو کرتے دیکھا اسی کو دین سمجھ لیا اور سنت رسول ﷺ کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ جب لوگ سنت سے واقفیت ضروری نہیں سمجھتے اس وقت بدعات کا پودا سر سبز ہوتا ہے۔ کچھ مولویوں نے اپنے پیٹ کی خاطر بدعات کو فروغ دیا۔ بعض لوگ کسی کام کو اچھا سمجھ کر دین بنا لیتے ہیں اور مسلسل اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں

حد ہو گئی!

- ”وہ کام جسے نیکی یا برکت سمجھ کر کیا جائے لیکن قرآن و حدیث سے اس کی کوئی دلیل نہ ہو اسے بدعت کہتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”آپ کہیے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں۔ وہ ہیں جنکی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں“، (الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۴)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ (کام) رد ہے“، (بخاری: ۲۶۹۷)۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حمد و ثنا کے بعد جانو کہ ہر بات سے بہتر اللہ کی کتاب ہے اور ہر طریقہ سے سے بہتر محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور سب کاموں سے برے نئے کام ہیں اور ہر بدعت (نیا کام) گمراہی ہے“، (مسلم: ۲۰۰۵)۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ لعنت کرے اس پر جو لعنت کرے اپنے باپ پر اور لعنت کرے اللہ اس پر جو جانور ذبح کرے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے اور لعنت کرے اللہ اس پر جو پناہ دے کسی بدعتی کو اور لعنت کرے اللہ اس پر جو زمین کی حدیں تبدیل کرے“، (مسلم: ۵۱۲۴)۔

مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد بدعات کو ہی دین سمجھ بیٹھی ہے۔ معاشرے میں کثیر التعداد بدعات پر عمل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً: ”تقلید شخصی، جشن عید میلاد النبی ﷺ، آذان سے پہلے کوئی آیت یا درود، شبِ براءت، کونڈے اور رسومات محرم۔ گیارہویں، قبروں پر عرس و میلے، قرآن خوانی، ختم، قل، تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں یا چہلم، عرس اور قبر پر آذان کہنا۔ سہرا باندھنا، محافلِ میلاد، خود ساختہ درود پڑھنا، انگھوٹھے چومنا، زبان سے نیت کرنا، ندائے غیر اللہ، سلسلہ ہائے طریقت، قوالیاں اور تعویذ گنڈے۔ قبروں پر گنبد بنانا، غسل دینا، چراغاں کرنا اور پھول چڑھانا۔ ہر فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا اور خانقاہیں تعمیر کرنا۔ وضو میں گردن کا مسح، وضو کے دوران کلمہ شہادت پڑھنا، غیر اللہ کیلئے قیام

حد ہو گئی!

تعظیمی کرنا، بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا، نماز غوثیہ، عقیق کی انگھوٹی پہننا اور قبرستان میں مساجد بنانا “۔ جن بدعات کا میں نے ذکر کیا ہے ان اور مزید بدعات کے متعلق تفصیل سے پڑھیے، کتاب ”چند بدعات اور ان کا تعارف“۔

ضعیف آدمی نے تو اس مرتبہ ”حد ہی کر دی!“ گالیوں کی ایسی بارش برسائی کہ: ”ایک، ایک سانس میں معلوم نہیں کتنی ہی گالیاں نکال دیتے“۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے بوڑھے شخص نے گالیوں میں پی اتچ ڈی (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی ہے۔ گالیوں سے روکے تو الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ حتیٰ کہ نوجوان لڑکا بول ہی پڑا:

بابا جی! اب بس بھی کر دیں۔ جب مولوی آپ کو ٹریننگ (Training) دے رہا تھا تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی تھا کہ: ”جب کوئی قرآن و حدیث کی بات کرے تو پیٹ بھر کر گالیاں دو، الزامات کی جھڑی لگا دو اور جس چیز کو دین بنانا ہو اس کے ساتھ شریف کا اضافہ کر دو۔ مثلاً: ختم شریف، گیارھویں شریف اور لاہور شریف وغیرہ وغیرہ“۔ اگر مجھ میں تعصب ہوتا تو میں بھی کب کی گالیاں نکال کر چلا جاتا لیکن یہ تو ہماری عزت، جان، آخرت، ہمارے مال اور وقت کا ہی محافظ ہے۔ ہم شرک کریں گے تو آخرت خراب، قبروں پر مردوں اور عورتوں کے مخلوط رقص سے عزت گئی اور بدعات پر عمل کریں گے تو ہمارا مال اور وقت ضائع ہو گا۔ ضعیف آدمی بڑے سنجیدہ انداز میں:

دیکھو بیٹا! یہ (یعنی عبدالرحمن) ہمارے ہر عقیدے کو شرک، بدعت، شرک، بدعت کہہ رہا ہے۔ اسے کہو کچھ تو نرمی اختیار کرے۔ اس نے تو: ”جشن عید میلاد النبی ﷺ، آذان سے پہلے درود، ختم، قل، تیجا، ساتا، دسواں اور چالیسواں۔ قبروں پر عرس و میلے لگانا، قبروں پر چراغاں کرنا اور زبان سے نیت کرنے کو بھی بدعت کہہ دیا ہے“۔ ان اعمال میں برائی کیا ہے۔

نوجوان لڑکا:

حد ہو گئی!

”بابا جی! اگر آپ کے پاس ان کے جائز ہونے کی کوئی دلیل ہے تو بتائیے، بصورت دیگر صاف ظاہر ہے کہ یہ بدعات ہیں۔“

بوڑھا شخص:

”یہ (عبدالرحمن) بڑا قرآن و حدیث، قرآن و حدیث کر رہا ہے۔ اسے کہو کسی حدیث سے منع دیکھا دے کہ نبی پاک ﷺ نے ان اعمال سے روکا ہو۔“ دوسری بات: ”ہم اتنی محنت سے یہ اعمال کرتے ہیں، ہمیں کچھ نہ کچھ تو اجر ملے گا ہی؟“ بلال نے عبدالرحمن سے ضعیف آدمی کو جواب دینے کی اجازت طلب کی۔

عبدالرحمن نے اجازت دے دی۔

بلال:

بابا جی! پہلی بات: ”جو کام قرآن و حدیث میں منع ہو وہ کرنا تو نافرمانی ہے بدعت نہیں۔“ مثلاً: ”قرآن و حدیث سے واضح ہے کہ سود لینا، دینا، لکھنا اور ربا کا گواہ بننا حرام ہے۔ اب اگر کوئی یہ کام کرتا ہے تو وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر رہا ہے، بدعت نہیں۔“ بدعت کے متعلق عبدالرحمن انکل نے پہلے ہی تفصیل سے بتا دیا ہے کہ: ”وہ کام جسے نیکی یا برکت سمجھ کر کیا جائے لیکن قرآن و حدیث سے اس کی کوئی دلیل نہ ہو اسے بدعت کہتے ہیں۔“

دوسری بات میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ: ”اگر آپ درزی کے پاس جائیں اور اپنے کپڑوں کا ناپ دیں۔ جس طرح آپ سلائی کروانا چاہتے ہیں وہ بھی بتا دیں۔ جب آپ جوڑا لینے جائیں تو درزی نے کپڑے تو سلائی کر دیے ہوں مگر اپنی مرضی سے پورے بازو بنانے کی بجائے ہاف کر دیے ہوں اور سارے سوٹ میں رنگا رنگ کے پھول بنا دیے ہوں۔“ تو آپ کیا کریں گے؟

ضعیف آدمی:

”میں جوڑا نہیں لوں گا بلکہ اس سے اپنے کپڑوں کے بھی پیسے واپس لے لوں گا۔“

حد ہو گئی!

بلال ، مسکراتے ہوئے :

”کیوں! کیا اس نے محنت نہیں کی؟“

بوڑھا شخص :

”ارے! اس کی محنت بھاڑ میں جائے اس نے تو میرا کپڑا خراب کر دیا ہے۔“

بلال ، بڑے سنجیدہ انداز میں :

”اس نے ٹھیک کیا ہے ، آپ نے اسے منع تو نہیں کیا تھا کہ وہ ایسے نہ سلائی کرے۔“

ضعیف آدمی :

”دیکھو بیٹا! میں نے اسے روکا تو نہیں تھا لیکن کہا بھی تو نہیں تھا۔“

بلال :

”ہاں! ٹھیک اسی طرح دین میں بھی ہمیں کتاب و سنت پر ہی عمل کرنا چاہیے۔ اگر اپنی مرضی سے کوئی عمل دین بنالیں گے تو ہمیں اجر کی بجائے گناہ ملے گا چاہیے جتنی مرضی محنت کی ہو۔“ کیونکہ دین مکمل ہے اس میں نئی چیزوں کے اضافے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ”آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا“ ، (المائدہ : ۳)۔ انکل ، بابا جی کے باقی اعتراضات کا آپ جواب دیں۔

عبدالرحمن :

بابا جی نے اعتراض کیا ہے کہ : ”جشن عید میلاد النبی ﷺ ، آذان سے پہلے درود ، ختم ، قل ، تیجا ، ساتا ، دسواں اور چالیسواں۔ قبروں پر عرس و میلے لگانا، چراغاں کرنا اور زبان سے نیت کرنے کو بدعت کیوں کہا ہے“۔ میں ان پوائنٹس پر یکے بعد دیگرے روشنی ڈالتا ہوں۔

(۲)

حد ہو گئی!

جشن عید میلاد النبی ﷺ ایک بدعت ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کا میلاد مناتے ہیں ، مسلمانوں نے کہا: ”ہم بھی کسی سے کم نہیں“۔ سید المرسلین ﷺ نے ساری زندگی یہ جشن نہیں منایا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ بد قسمتی سے مسلمان جشن بھی اس دن مناتے ہیں جس روز آپ ﷺ نے وفات پائی۔ ۱۲ ربیع الاول تیز میوزک ، گانے اور قوالیوں سے منایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے علامہ ایسے ڈانس کرتے ہیں جیسے ان کا پیشہ ہی ناچنا ، گانا ہے۔ اب تو صرف مولوی ہی نہیں بلکہ ڈانسر عورتوں کو نچا کر میلاد منایا جاتا ہے۔ بے حیائی کو فروغ دیا جاتا ہے۔ جشن کے دنوں میں نعت خوانوں کا بھی خوب کاروبار چلتا ہے۔ نعتیں پڑھنے والوں کا حال یہ ہے کہ: ”نبی پاک ﷺ کی سنتوں کے تارک اور اگر عورت ہے تو فل میک اپ اور بے پردہ ہو کر نعت پڑ رہی ہے“۔ کیا یہی رسول ﷺ کی تعلیم ہے ؟ اگر جشن عید میلاد النبی ﷺ منانا دین ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ مناتے۔

شیطان بھی کیا عجیب کھیل کھیلتا ہے نواسے کی شہادت پر ماتم اور نانا کی وفات پر جشن (۳)

ختم ، قل ، تیجا ، ساتا ، دسواں اور چالیسواں سب بدعات ہیں۔ یہ ہندوؤں اور سکھوں کی رسمیں ہیں جو مسلمانوں میں رواج پا گئیں ہیں۔ ختم ، تیجا اور چالیسواں وغیرہ میں ایسے ایسے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جیسے کوئی مرا نہیں بلکہ ولیمہ ہو رہا ہے۔ جس دن ختم وغیرہ ہو ، مولوی ، برادری اور علاقے والے ناشتہ بھی نہیں کرتے کہ آج فلاں کے گھر ختم کی دعوت ہے۔ کچھ غریب پیسے نہ ہونے کی صورت میں برادری کی لعن ، طعن سے بچنے کے لیے چوری کر کے ختم کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارے نادانوں ! اگر ختم ، قل ، تیجا ، ساتا ، دسواں ، چالیسواں اور دوسری ، تیسری رسمیں دین ہوتیں تو سب سے پہلے نبی پاک ﷺ ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا ختم کرتے اور صحابہ کرامؓ ، آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان پر عمل کرتے۔ جب کسی کو علم ہو جاتا ہے کہ یہ سب بدعات ہیں تو وہ برادری کی ملامت سے ڈرتا عمل جاری

حد ہو گئی!

رکتا ہے۔ میرے بھائی! جب وہ بدعات پر عمل کرتے نہیں ہچکچاتے تو آپ اللہ کی رضا کے لیے کیوں شرماتے ہیں۔

”جو مولوی حضرات ہمارے سامنے شرک، تقلید اور بدعات کو دین بنا کر پیش کرتے ہیں، ان کا کیا علاج ہے؟“ نوجوان لڑکے نے پوچھا۔

عبدالرحمن:

”قرآن و حدیث کا ترجمے کے ساتھ مطالعہ ان کا حل ہے۔ انہیں دیکھایا اور سمجھایا جائے کہ کتاب و سنت کی تعلیم کیا ہے اور آپ لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے حق کو قبول کر لیجئے۔“ جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں، ان کے متعلق اللہ پاک فرماتے ہیں: ”جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، درآنحالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت ہیں۔ البتہ جو اس روش سے باز آجائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، اُسے بیان کرنے لگیں، اُن کو میں معاف کر دوں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔ (البقرہ: ۵۹ تا ۱۶۰)

(۴)

قبروں پر عرس و میلے لگانا اور چراغاں کرنا بدعت ہے۔ ہم عرصہ دراز سے ہندوؤں کے ساتھ رہ رہے ہیں جن کی رسمیں مسلمانوں نے اپنائیں ہیں۔ ہندو اپنے مندروں پر چراغاں کرتے ہیں، مسلمان قبروں پر۔ ہندو جالیوں کے ساتھ دھاگے لٹکا کر منت مانتے ہیں مسلمان بھی۔ میلوں پر دور، دور سے لوگ ڈھول بجا کر چادریں لاتے، قبروں کی مٹی چاٹتے اور سجدے کرتے ہیں۔ عرس و میلے اور قبروں پر چراغاں کرنا نہ نبی پاک ﷺ کا طریقہ ہے اور نہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ عرسوں و میلوں پر کتوں کی لڑائی، جوا

حد ہو گئی!

بازی ، کھسروں کا ڈانس اور گانا بجانا ہی ہوتا ہے۔ کھانے ، پینے اور خرید و فروخت کے دوران مردوں اور عورتوں کی بھیڑ ، کیا یہ دین محمد ﷺ ہے ؟

(۵)

زبان سے نیت کرنا اور آذان سے پہلے درود بھی بدعت ہے۔ ہر عمل میں نیت ضروری ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”انما الاعمال بالنیات : اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے“ ، (بخاری : ۱)۔ نیت دل کا ارادہ ہے ، الفاظ بولنا قول و قرار ہے۔ جب کوئی وضو کرے گا ، نماز کی نیت ہے تو وضو کر رہا ہے۔ اگر نیت زبان سے ہے تو پھر تمام کاموں میں نیت ضروری ہے ، پھر سب اعمال میں نیت کرے۔ مثال کے طور پر کھانے کے وقت نیت کرے : ”میں نیت کرتا ہوں کھانے کی جو ماں کے ہاتھ کا پکا ہوا ہے۔ کھا رہا ہوں ہاتھ کے ذریعے ، واسطے پیٹ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم“۔ اس نیت کے بدعت ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ اردو ، پنجابی اور پشتو وغیرہ زبانوں میں کی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر زبان سے نیت حدیث سے ثابت ہوتی تو عربی میں ہوتی۔ ”عبدالرحمن بھائی ، اگر نیت دل کے ارادے کا نام ہے تو پھر ہم روزے کی نیت زبان سے کیوں کرتے ہیں“ ، نوجوان لڑکے نے پوچھا۔

عبدالرحمن :

”روزے کی نیت بھی دل سے ہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اکثر رمضان کیلنڈروں (Calendars) پر روزے کی نیت کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں ، جو قرآن و حدیث سے ثابت نہیں“۔ وہ نیت ہے بھی غلط ، اس کے الفاظ بھی ٹھیک نہیں۔ لکھا ہوتا ہے : ”و بصوم غد نویت من شھر رمضان : اور میں نے رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی“۔ روزہ آج کا رکھا ہے اور نیت کل کی کر رہا ہے۔ روزہ انتیسواں یا تیسواں اور نیت عید کے دن کی۔ یہ کہاں کی سمجھ داری ہے ؟

درود پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں ، گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے ، مصیبتوں اور غموں سے نجات ملتی ہے۔ ہر نماز میں اور دعا سے پہلے درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ لیکن نبی پاک

حد ہو گئی!

ﷺ نے اذان کے بعد درود پاک پڑھنے کا حکم دیا ہے اس لیے پہلے پڑھنا بدعت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب مؤذن کی اذان سنو تو تم وہی کہو جو مؤذن کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے“، (مسلم: ۸۴۹)۔

”پہلے پڑھ لو یا بعد میں اس سے کیا فرق پڑتا ہے“، ضعیف آدمی سنجیدہ انداز میں بولا۔

عبدالرحمن:

اگر آپ کو ڈاکٹر کہے کہ: ”دوا کھانے کے بعد لینی ہے“، تو آپ دوائی کھانے کے بعد کھائیں گے یا پہلے؟

”یہ کوئی پوچھنے والی بات ہے، بعد میں ہی کھاؤں گا کیونکہ اس میں بھی کوئی حکمت ہو گی“، بوڑے شخص نے جواب دیا۔

عبدالرحمن:

”ڈاکٹر کی بات میں حکمت ہے اور نبی پاک ﷺ کی حدیث میں کوئی حکمت نہیں؟ دعوے محبت کے اور عمل من مانی کے۔ جھوٹی وفا کی تجارت کرتے ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان سے اچھی اور بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے؟

”انکل، ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، بلال بولا۔“

ابوبکر بھائی مسجد کہاں ہے، عبدالرحمن نے پوچھا۔

ابوبکر:

”مسجد نزدیک ہی ہے۔ دو گلیاں چھوڑ کر تیسری گلی میں بڑی سڑک کے ساتھ ہی ہے۔“

عبدالرحمن:

لوگوں سے متوجہ ہو کر: ”میرے عزیزو! نماز کا وقت ہو گیا ہے، آئیے صلاۃ ادا کر لیں۔“

”ضرور ان شاء اللہ! سب لوگ ایک ساتھ بلند آواز سے بولے۔“

نمازِ نبوی ﷺ

عوام الناس نے باری باری سے وضو کیا ، بلال نے اتنی خوبصورت آواز میں آذان دی کہ : ” میں نے ساری زندگی اتنی پیاری آواز میں آذان نہیں سنی تھی “۔ آذان اتنی دلکش تھی کہ کئی مسافروں نے گاڑیاں پارکنگ میں کھڑی کیں اور مسجد کی طرف چل دوڑے۔ ضعیف آدمی نے بتایا کہ مسجد کا امام چھٹی پر ہے ، لوگوں نے عبدالرحمن سے درخواست کی کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عبدالرحمن نے ابھی سلام ہی پھیرا تھا کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا :

” ہم نے کئی سہ روزہ ، عشرہ ، چلہ ، چار ماہ اور سال بھی لگایا لیکن ہم دیکا (دیکھا) کہ جس طرح تو نماز پڑھتا ہے اس طرح تو کوئی بھی نہیں پڑھتا۔ ہم اتنا بڑا بڑا بزرگ کے ساتھ وقت لگایا کہ تمہارا سوچ بھی نہیں ہے لیکن وہ تو تمہارا طریقہ سے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ دیکو (دیکھو) ہم خان کا بچہ ہے ہم کو یہ اچا (اچھا) نہیں لگتا کہ ہم اور طریقہ سے نماز پڑھیں اور تم اور طریقہ سے۔ ہم کو بتاؤ کہ تم اس طرح کیوں نماز پڑھا؟ تم تو ہاتھ ناف سے اوپر باندھتا ہے ، بار بار رفع الیدین کرتا ہے اور ہم نے نیچے دیکا (دیکھا) کہ کُچ (کچھ) لوگ پاؤں سے پاؤں ملائے ہوئے ہے۔ استغفر اللہ ، استغفر اللہ تم اکیلا ہی ایسا نہیں کر رہا تھا کُچ (کچھ) لوگ اور بھی کر رہا تھا ، یہ کیسا نماز پڑھتا ہے۔“

عبدالرحمن ، سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے :

” خان صاحب آپ کو کیسے پتا چلا کہ اور لوگوں نے بھی ہاتھ ناف سے اوپر باندھے ، رفع الیدین کیا اور پاؤں سے پاؤں ملائے ؟ “

” ہم پورا نماز میں دیکتا (دیکھتا) رہا ہے۔ لوگ اسی طرح کر رہے تھے ، خان نے جواب دیا۔“

حد ہو گئی!

عبدالرحمن :

”خان صاحب نماز خشوع و خضوع سے ادا کرنی چاہیے اور ادھر ، ادھر نہیں دیکھنا چاہیے۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں“ (المومنون: ۱ تا ۲)۔“

”دین کا ستون ، ذریعہ تقرب الہی ، تحفہ آسمانی ، جسم و روح کی غذا ، بے حیائی سے روکنے والی چیز ، آنکھوں کی ٹھنڈک ، باعث نجات ، بھائی چارہ قائم کرنے والی چیز ، سکون کا سبب اور نعمتوں کی شکر گزاری کا نام نماز ہے۔“

”بد قسمتی سے! مسلمانوں نے نماز کے بھی کئی طریقے بنا لیے۔ کسی کو اگر نبی پاک ﷺ کی نماز کا طریقہ بتائیں تو وہ لڑتا اور جھگڑتا ہے۔“ ”بیٹا، نماز تو تین طریقوں سے جائز ہے“ ، ضعیف شخص بولا۔
عبدالرحمن :

”بابا جی! یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ نماز تین طریقوں سے جائز ہے۔ احادیث سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نماز کا طریقہ صرف اور صرف ایک ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو“ ، (بخاری : ۶۳۱)۔ نبی پاک ﷺ نے ایک ہی طریقہ سے نماز پڑھی نہ کہ مختلف طرز سے ، کیونکہ سید المرسلین ﷺ ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے امت کے لیے آسانی چاہتے تھے مشکل نہیں۔ ہم احادیث سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی۔

(۲)

نماز میں صفیں درست کرنا ضروری ہے۔ سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی صفیں برابر رکھو کیونکہ صفوں کا برابر رکھنا نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے“ ، (بخاری : ۷۲۳)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صفیں برابر کر لو۔ میں تمہیں اپنے پیچھے

حد ہو گئی!

سے بھی دیکھتا ہوں۔“ اور ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ: ”(صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا تھا“، (بخاری: ۷۲۵)۔

(۳)

سید المرسلین ﷺ نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے تھے۔ حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھ لیے“، (صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹)۔ سیدنا سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ: ”لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ، بائیں کلائی پر رکھیں“، (بخاری: ۷۴۰)۔

(۴)

”عبدالرحمن صاحب، میں نماز کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، ایک نوجوان نے کہا۔“

عبدالرحمن:

”جی! پوچھیں۔“

نوجوان:

بھائی عبدالرحمن، میں بہت پریشان ہوں۔ میرے دوست نے مجھے بتایا کہ: ”نماز میں امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو اونچی آواز سے آمین کہنا چاہیے۔“ لیکن ہمارا مولوی کہتا ہے کہ: ”امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے اور آمین بالجہر کہنا شور مچانے کے مترادف ہے۔“ اور وہ سورۃ الفاتحہ نہ پڑھنے کے متعلق دلیل بھی دیتا ہے کہ: ”واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے“، (الاعراف: ۲۰۴)۔

عبدالرحمن، سنجیدہ انداز میں:

حد ہو گئی!

میرے بھائی! جو آپ کے مولوی نے حوالہ دیا ہے: ”یہ ان کافروں کو کہا جا رہا ہے جو قرآن کی تلاوت کرتے وقت شور کرتے تھے“۔ اور اپنے ساتھیوں کو کہتے تھے کہ: ”لا تسمعوا لهذا القرآن و الغوا فیہ: یہ قرآن مت سنو اور شور کرو“، (حم السجدة: ۲۶)۔ ان سے کہا گیا کہ اس کی بجائے تم اگر غور سے سنو اور خاموش رہو گے تو تم رحمت الہی کے مستحق بن جاؤ“، (تفسیر احسن البیان)۔

دوسری بات، کثیر التعداد احادیث سے واضح ہے کہ: ”سورة الفاتحة کے بغیر نماز نہیں ہوتی“۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی نماز نہیں، جس نے سورة فاتحة نہیں پڑھی“، (بخاری: ۷۵۶)۔ سیدنا عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا: ”نماز فجر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے قرأت شروع کی تو وہ آپ ﷺ پر دشوار ہو گئی“، جب آپ ﷺ (نماز سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: ”شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو؟“ ہم نے کہا: ”ہاں اللہ کے رسول ﷺ! ہم جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں“۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”سورة فاتحة کے علاوہ کچھ مت پڑھا کرو، کیونکہ جو سورة فاتحة نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی“، (ابو داود: ۸۲۳)۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز ناقص ہے“۔ آپ ﷺ نے یہ تین بار ارشاد فرمایا، لوگوں نے پوچھا کہ: ”جب ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں؟“ ابو ہریرہؓ نے جواباً کہا: ”اس وقت تم لوگ آہستہ سورة الفاتحہ پڑھ لیا کرو“، (مسلم: ۸۷۸)۔

”بیٹا، مجھے بتاؤ! اگر دس آدمیوں نے کسی چوہدری یا سردار آدمی سے بات کرنی ہو تو دس بولیں گے یا ایک بولے گا؟“، ضعیف آدمی نے پوچھا۔

عبدالرحمن:

”بابا جی! ایک بولے گا۔“

بوڑھا شخص، مسکراتے ہوئے:

حد ہو گئی!

”ہاں! اب آئے ہو لائن پر۔ اگر دس آدمیوں میں سے ایک بات کرے گا تو پوری جماعت میں سے امام ہی سورۃ الفاتحہ پڑھے گا نا؟“

عبدالرحمن :

بابا جی! پہلی بات تو یہ ہے کہ: ”حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی“، تو ہمیں حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ دوسری بات: ”کسی چوہدری یا سردار شخص سے دس آدمیوں میں سے ایک بات کرے گا، کیونکہ وہ ایک ساتھ دس لوگوں کی بات سن نہیں سکتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تو ایسا سننے والا ہے کہ جس کو اگر زمین و آسمان کی تمام تر مخلوقات ایک ساتھ پکاریں تو اس کے سننے میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔“

(۵)

نماز میں جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے تو امام اور مقتدیوں کو اونچی آواز سے آمین کہنا چاہیے۔ سیدنا وائل بن حجرؒ کہتے ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے تھے“، (ابو داؤد: ۹۳۲)۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہود نے کسی چیز کی وجہ سے تم سے اتنا حسد نہیں کیا جتنا سلام اور آمین کی وجہ سے کیا“، (مسلم: ۸۵۶)۔ خلیفہ چہارم سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ: ”جب آپ ﷺ ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے“، (مسلم: ۸۵۴)۔

(۶)

رسول اللہ ﷺ نے تمام عمر نماز میں رفع الیدین کیا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے تمام عمر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ ہمیشہ شروع نماز اور رکوع میں جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے“، (بیہقی، جلد: ۲، صفحہ: ۷۳)، (اثبات رفع الیدین، صفحہ: ۱۱)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ: ”آپ

حد ہو گئی!

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے اور تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر لے جاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح (ہاتھ اٹھایا) کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی اسی طرح (رفع الیدین) کرتے اور ربنا ولک الحمد کہتے۔ سجدہ کرتے وقت یا سجدے سے سر اٹھاتے وقت اس طرح رفع الیدین نہیں کرتے تھے“، (بخاری: ۷۳۸)۔

حدیثوں کی کتابوں میں رفع الیدین کرنے کے متعلق کافی تعداد میں احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ: ” (بخاری، تعداد احادیث: ۵)، (مسلم، تعداد: ۶)، (ترمذی، تعداد: ۱)، (ابو داؤد، تعداد: ۹)، (نسائی، تعداد: ۲۰)، (ابن ماجہ، تعداد: ۸)، (موطا امام مالک، تعداد: ۳)، (ابن خزیمہ، تعداد: ۱۵)، (سنن الکبریٰ، تعداد: ۴۶)، (مسند الحمیدی، تعداد: ۲)، (مسند ابو عوانہ، تعداد: ۸)، (شرح السنۃ، تعداد: ۸)، (مصنف عبدالرزاق، تعداد: ۸)، (سنن الدارمی، تعداد: ۵)، (سنن دارقطنی، تعداد: ۱۸)، (المنتقى لابن الجارود، تعداد: ۵)، (جزء رفع الیدین، تعداد: ۴۴)، (مصنف ابن ابی شیبہ، تعداد: ۱۱)، (مسند امام احمد، تعداد: ۲۳)، (صحیح ابن حبان، تعداد: ۶)، (مسند ابو داؤد طیالسی، تعداد: ۲)، (مسند امام شافعی، تعداد: ۱) اور (موطا امام محمد، تعداد: ۱)۔ ”منافق بغلوں میں بت رکھ کر نماز پڑھتے تھے، مورتیوں کو گرانے کے لیے رفع الیدین کیا جاتا تھا۔ اب اس کی کیا ضرورت ہے؟“ ضعیف آدمی نے کہا۔

عبدالرحمن:

بابا جی! کسی بھی حدیث میں نہیں ہے کہ: ”بتوں کو گرانے کے لیے رفع الیدین کیا جاتا تھا۔ اگر کسی حدیث میں ہے تو مجھے بھی بتاؤ؟ آپ قیامت تک نہیں دکھا سکیں گے۔ یہ بات تو عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر مورتیوں کو گرانا مقصود (Destination) ہوتا تو پہلی مرتبہ رفع الیدین کرنے سے ہی بت گر جاتے، رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“ ”انکل میں بھی رفع الیدین کے متعلق کچھ بتاؤں؟“ بلال نے پوچھا۔

حد ہو گئی!

عبدالرحمن، مسکراتے ہوئے:

”کیوں نہیں!“

بلال:

انکل! تمام مسالک مانتے ہیں کہ: ”رفع الیدین، سید المرسلین ﷺ کی سنت ہے“۔ میں رفع الیدین کے بارے میں ویڈیو دیکھ رہا تھا جس میں ایک عالم کہہ رہا تھا کہ: ”یعنی رفع یدین کرنے اور رفع یدین نہ کرنے کی کسی ایک طبقے کے لیے رجسٹری نہیں ہے۔ بھی رفع یدین کرنے والے بھی جنت میں جائیں گے، آپ جا کے دیکھ لینا۔ امام بخاری ہوں گے کہ نہیں جنت میں، امام مسلم ہوں گے کہ نہیں جنت میں، امام ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ سب ہوں گے کہ نہیں، ارے! نیچے آ جائیں حضور، میرے اور آپ کے اور کل دنیا کے شیخ، شیخ عبدالقادر جیلانی ہوں گے کہ نہیں جنت میں؟ یہ سب رفع یدین کرتے تھے۔ اور میں ان کا مرید ہوں، میں حنفی ہوں، میں رفع یدین نہیں کرتا“ (یوٹیوب: Namaz Mein Rafa al Yadain Karney Ka Shaboot by Tahir ul Qadri and other Islamic scholar)۔

حلالہ

خان بھائی، غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے بولا:

”ہم اپنا مفتی کو گولی مار دے گا۔ اس۔۔۔ نے ہم کو دھوکا میں رکھا (رکھا)۔ اس نے ہمارا بیوی کا حلالہ کیا، ہم صبر کیا کیونکہ شریعت کا مسئلہ تھا۔ اب ہم صبر نہیں کرے گا۔ وہ، ہم کو پاگل بنائے رکھا (رکھا)۔“

عبدالرحمن نے ”انا اللہ وانا الیہ راجعون!“، پڑھتے ہوئے کہا:

حد ہو گئی!

حلالہ کرنے یا کروانے والا لعنتی ہے۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے“، (ابو داود: ۲۰۷۶)۔

سیدنا عمر فاروقؓ کہتے تھے: ”اگر میرے پاس حلالہ کرنے والے اور کروانے والے کو لایا گیا تو میں انہیں رجم کروں گا“، (حلالہ کی چھری، صفحہ: ۸۵)۔

بد قسمتی سے! اپنے آپ کو شیخ الاسلام، مفتی اور علامہ کہلوانے والے مدرسوں اور مسجدوں میں حلالہ کرواتے ہیں۔ زیادہ تر مولوی دوسروں کی بہو، بیٹیوں کا ہی حلالہ نکلاتے ہیں اپنی رشتہ داروں کا نہیں۔

لاہور کا واقعہ ہے کہ: ”ایک مرید نے اپنے پیر کو چہرے سے قتل کر ڈالا“۔ اور جب جج کے پاس گیا، اس نے کہا کہ: ”میں اقرار کرتا ہوں کہ اس پیر کو میں نے مارا ہے“۔ جج نے کہا کہ: ”کوئی نہ کوئی چکر ہے ایسے کوئی مجرم اقرار نہیں کرتا کہ میں نے قتل کیا ہے تو جو کہہ رہا ہے تیرے پیچھے کوئی کہانی ہے“۔ کہا: ”کہانی ہے یا نہیں ہے تم مجھے پھانسی لگاؤ، میں نے اسے مارا ہے میں مانتا ہوں“۔ کہا: ”جب تک نہیں بتائے گا تجھے چھوڑوں گا نہیں، بتا چکر کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”چکر یہ ہے، وہ میرا پیر تھا اور میں اس کے پاؤں چومتا تھا۔ خود بھوکا رہتا تھا، اسے پیٹ بھرنے کے لیے دیتا تھا“۔ ایک دن میں اس کے پاس بیٹھا تھا، میری بیٹی روتی ہوئی آگئی اور کہنے لگی: ”ابا جان! ماری گئی، برباد ہو گئی“۔ کہا: ”کیا ہوا!“ کہا: ”میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے“۔ تو میرا وہی پیر و مرشد تھا، میں نے کہا: ”جناب پیر صاحب! اب کیا ہو گا؟“ کہا: ”اب تو حلالہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا“۔ کہا: ”کس سے کراؤں؟“ اس نے صفتیں گھنوائیں، میں نے کہا: ”اتنی ساری صفتیں تو آپ ہی کے اندر ہیں، پھر آپ ہی یہ کار خیر انجام دے دو“۔ اس نے کہا: ”میں حاضر ہوں!“ کہا: ”میری بیٹی کا حلالہ ہوا، اس نے دو راتیں رکھ کر چھوڑ دی“۔

کچھ عرصے کے بعد میں پیر صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پیر کی اپنی بیٹی روتی ہوئی آگئی۔ پیر نے کہا: ”بیٹی کیا ہوا، کیوں روتی ہو؟“ کہا: ”ابا جی! ماری گئی، لٹ گئی اور برباد ہو گئی!“ کہا: ”کیا ہوا کیا؟“

حد ہو گئی!

کہا: ”ہونا کیا ہے! خاوند نے طلاق دے دی“۔ کہا: ”کتنی دیں؟“ کہا: ”تین دیں“۔ کہا: ”بیٹی رونے کی کیا بات ہے، وہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والوں کا مدرسہ ہے۔ ان کے پاس جاؤ وہ تمہیں لکھ کر دے دیں گے کہ تین طلاق ایک ہوا کرتی ہے“۔ مرید کہتا ہے کہ: ”میری آنکھیں کھل گئیں، یہ کیا؟“ جب میری بیٹی کو طلاق ہوئی تھی تو کہا تھا: ”کہ حلالہ ہو گا اور میں کروں گا“۔ اب تیری کو ہوئی ہے تو: ”میں حلالہ کروں گا، مجھ سے کیوں نہیں کرواتا۔ چھری لایا اور اپنے پیر کو کاٹ ڈالا“۔ اور بچ کے سامنے کہا: ”میں نے ہی مارا ہے۔ میرے لیے اور شریعت ہے، اس کے لیے اور شریعت ہے؟“ (ویڈیو لنک :)

(<https://www.facebook.com/video/video.php?v=710158129073031>)

ضعیف آدمی، غصے سے بولا:

جعلی پیر اور جاہل مولوی بھی تو ہوتے ہی ہیں، سب ایک طرح کے تو نہیں ہوتے نا؟ امام مسجد بھی اپنی بیویوں کا حلالہ کرواتے ہیں۔ ایک امام مسجد نے اپنی بیگم کا چھ (Six) مرتبہ حلالہ کروایا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کہو گے دلیل دو، میں دلیل سے ہی بات کروں گا۔ ویڈیو دیکھنے کے لیے یوٹیوب پر جا کر تلاش کرو: ”Time Halala of a Masjid Imam's wife 6“۔

بوڑھے شخص نے جب یہ واقعہ سنایا تو لوگ یک زبان پکار اٹھے:

”استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ اتنا ظالم شوہر۔“ عبدالرحمن کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے۔ اشکوں کی جھڑی اور رنجیدہ ہونے کے باوجود عبدالرحمن بول پڑا:

”کتاب و سنت کو چھوڑ کر قصے، کہانیوں پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ قرآن و حدیث کو ترک کر کے قول و قیاس کو ترجیح دینا ایسا رنگ لاتا ہے۔“

بد قسمتی سے! مسلمانوں کو یہ بھی علم نہیں کہ: ”مسنون طلاق کا طریقہ کیا ہے“۔ حیض سے پاک ہونے کے بعد، حالت طہر میں جب کہ بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو طلاق دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ طلاق

حد ہو گئی!

کے متعلق فرماتے ہیں: ”یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں، پھر یا اچھائی سے روکنا یا عہدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے“، (البقرة: ۲۲۹) یعنی پہلی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد شوہر کو (عدت کے اندر) رجوع کا حق حاصل ہے، تیسری دفعہ رجوع کی اجازت نہیں۔ طلاق کے بعد خاوند تین حیض کی عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں: ”طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، انہیں حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو پیدا کیا ہو اسے چھپائیں، اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو، ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حق دار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو“، (البقرة: ۲۲۸)۔

پہلی یا دوسری طلاق کے بعد، عدت گزرنے کے بعد اگر سابقہ شوہر، بیوی باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضا مند ہوں“، (البقرة: ۲۳۲)۔ تیسری بار اگر طلاق ہو جاتی ہے تو آدمی، بیوی سے نکاح نہیں کر سکتا، ہاں! اگر عورت کا کسی اور شخص سے نکاح ہونے کے بعد اتفاق سے طلاق ہو جائے یا وہ فوت ہو جائے پھر سابقہ بیوی سے نکاح کر سکتا ہے۔

حلالہ کے عام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ: ”لوگ ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں کو تین ہی سمجھ لیتے ہیں جبکہ اگر کوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی ہوتی ہے“۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: ”رکانہ بن عبد یزید جن کا تعلق بنو مطلب سے تھا، نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں“۔ بعد میں انہیں اس پر انتہائی غم ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ: ”تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟“ انہوں نے عرض کیا کہ: ”میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں“۔ سید المرسلین ﷺ نے پوچھا: ”کیا ایک ہی مجلس میں تینوں

حد ہو گئی!

طلاق دے دی تھیں؟“ عرض کیا: ”جی ہاں!“ فرمایا: ”پھر یہ ایک ہوئی، اگر چاہو تو تم اس سے رجوع کر سکتے ہو۔“ چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا، (مسند احمد: ۲۳۸۷)۔ ضعیف آدمی بول پڑا: ”حضرت عمرؓ کے دور میں ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقوں کو تین ہی تصور کیا جاتا تھا۔“ جبکہ آپ کہتے ہیں: ”ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں، ایک ہی ہوتی ہے؟“

عبدالرحمن:

حضرت عمرؓ نے یہ حکم اس لیے نافذ کیا تھا کہ: ”کثیر التعداد لوگ غور و فکر کیے بغیر طلاقیں دینے لگ گئے تھے جبکہ قرآن و حدیث سے واضح ہے کہ یہ معاملہ بڑا سوچ، سمجھ کے کرنا چاہیے۔ تو حضرت عمرؓ نے یہ حکم نافذ کیا تاکہ لوگ اس مسئلے میں صبر و تحمل سے کام لیں۔“ جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ کے زمانے، حضرت ابو بکرؓ کے عہد اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو برسوں میں تین طلاق کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔“ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”جس معاملے (یعنی طلاق) میں لوگوں کو سوچ بچار سے کام لینا چاہیے تھا اس میں وہ جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں، لہذا ہم کیوں نہ اس کو نافذ کر دیں، چنانچہ آپ نے اس کو ان پر نافذ کر دیا“، (مسلم: ۳۴۹۱)۔

حضرت عمرؓ نے یہ فتویٰ بطور سزا دیا تھا، چنانچہ: ”آخری ایام میں انھیں اس بات کا احساس بھی ہوا کہ مجھے بطور سزا بھی یہ قدم نہیں اٹھانا چاہیے تھا جس پر انھوں نے اظہار ندامت بھی کیا“، (ایک مجلس میں تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل، صفحہ: ۴۹)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ”حضرت عمرؓ نے جو کہا وہ نبی کریم ﷺ کی حدیث سے اوپر نہیں ہے“، (یوٹیوب: Teen talaq aur halala - Tripple Talaq by Dr Zakir Naik Urdu)۔

خان صاحب ایک بار پھر طیش میں آ گئے، کہنے لگے:

”اب تو ہم اپنا مفتی کو کاٹ ڈالے گا۔“ ہم اسے کہا کہ: ”ہم اپنا بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دے دیا، اب کیا حل ہے؟“ اس نے کہا: ”حل نہیں، حلالہ ہے۔“ ہم پوچھا: ”حلالہ کس چڑیا کا نام ہے؟“

حد ہو گئی!

اس نے کہا: ”شریعت کا مسئلہ ہے کہ تمہارا بیوی ایک، دو رات کسی مرد کے ساتھ رہے گا پھر وہ اسے طلاق دے گا پھر وہ تم پر حلال ہو جائے گا (گی)۔ ہاں! اگر چاہو تو میں خدمت (یعنی حلالہ) کے لیے حاضر ہوں۔“ ہم بیوقوف کو کیا معلوم کہ مفتی، مفت میں ہی کام کر گیا۔ ہم اسے قتل کر دے گا، ہم نہیں چھوڑے گا۔ عبدالرحمن، سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے:

”خان بھائی! آپ نے پوری دنیا تک حق بات پہنچانی ہے۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو سمجھائیں گے کیسے؟“

”دیکو (دیکھو)! ہم دماغ والا بندہ کو سمجھائے گا، وہ تو بیوقوف ہے“، خان نے جواب دیا۔

عبدالرحمن:

”اس میں دماغ ہے لیکن وہ اسے قرآن و حدیث کے مطابق استعمال نہیں کر رہا۔ آپ، اسے بتائیں کہ کتاب و سنت پر عمل کرو ورنہ دنیا و آخرت میں بے عزت ہو جاؤ گے۔“

خان صاحب:

”ٹیک (ٹھیک) ہے! ہم اسے سمجھائے گا اگر اسے سمجھ نہ آیا تو دوسرا طریقہ سے بتائے گا۔“

قبولِ حق

لوگ اتنے خوش تھے کہ جیسے کامیاب و کامران ہو گے۔ اور ہم باغ باغ (Glad) کیوں نہ ہوں، ہمیں شرک و تقلید سے پاک اور کتاب و سنت پر مبنی راستے کی پہچان ہو گئی۔ ہمارے دل شاد کیوں نہ ہوں، ہمیں بدعات سے چھٹکارا مل گیا اور سنتوں سے واقفیت ہو گئی۔ ہم راضی کیسے نہ ہوں، ہمیں نمازِ نبوی ﷺ اور طلاق کا درست طریقہ معلوم ہو گیا۔ عبدالرحمن نے پوچھا:

”میرے بھائیوں! آپ سب باتیں سمجھ گئے ہیں نا؟“

حد ہو گئی!

”ہم سمجھ گئے ہیں، تمام لوگوں نے جواب دیا مگر ضعیف آدمی خاموش رہا۔“

عبدالرحمن نے سنجیدگی سے سوال کیا:

”بابا جی! اگر آپ کوئی بات سمجھنا چاہتے ہیں تو بتائیں؟“

بوڑھا شخص غصے اور زور سے بولا:

”میں برادری اور اپنے باپ، دادے کا عقیدہ کیوں چھوڑوں؟ بڑا آیا تو قرآن و حدیث والا، تمہیں

معلوم ہے کہ تم جنتی ہو؟ قیامت کو فیصلہ ہو جائے گا کہ کون سچا تھا۔ جاؤ! میں نہیں مانتا تم کو۔“

عبدالرحمن:

”حد ہو گئی!“ بابا جی! اگر آپ غلط عقیدے پر جمے رہیں گے تو صرف آپ کا نقصان ہی نہیں بلکہ

قیامت تک آنے والی آپکی آل و اولاد کا بھی خسارہ (Loss) ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ کے کنبے (

Family) کے لوگ بھی یہی کہیں گے کہ: ”میں برادری اور اپنے باپ، دادے کا عقیدہ کیوں

چھوڑوں؟“ حالانکہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ: ”مشرک کا ہر دور میں ہی یہی جواب رہا ہے کہ

ہمارے باپ دادا ایسے کرتے تھے اور ہم ان کی پیروی کریں گے۔“ کیا قوم و برادری قیامت کو آپ کی

مدد کر سکے گی؟ قبول حق سے ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے، اگر ہم باطل پر ہی قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کو

کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

سچائی کو قبول نہ کرنا کوئی سمجھ داری نہیں ہے بلکہ حق نہ قبول کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب کی

وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال

اس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے“، (

البقرة: ۲۰۶)۔ دوسرے مقام پر ہے: ”اور اعلان فرما دیجئے! کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب

کی طرف سے ہے۔ اب جو چاہیے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ ظالموں کے لیے ہم نے وہ آگ

تیار کر رکھی ہے جس کی قاتیں انہیں گھیر لیں گی۔ اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس

حد ہو گئی!

پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہو گا جو چہرے بھون دے گا ، بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے “ ، (الکہف : ۲۹) - تیسرے مقام پر ہے : ” اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے ؟ اور سچا دین جب اس کے پاس آئے تو اسے جھوٹا بتائے ؟ کیا ایسے کفار کے لیے جہنم ٹھکانا نہیں ہے ؟ (الزمر : ۳۲)

حق کو قبول کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ” اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس (ہر) وہ چیز ہے جو یہ چاہیں ، نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے “ ، (الزمر : ۳۳ تا ۳۴) - الرحمن مزید فرماتے ہیں : ” یقیناً تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے۔ جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا۔ تو ہم بھی اسکو آسان راستے کی سہولت دیں گے “ ، (اللیل : ۴ تا ۷) -

حق کو قبول کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں کامیاب کر دیا اور باطل پر جے رہنے والوں کو اللہ پاک نے دونوں جہان میں ذلیل و رسوا کر دیا۔ مثال کے طور پر : ” حضرت بلالؓ ، امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب حق بات کا علم ہوا تو کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔ قبول اسلام کے جرم میں کفار سیدنا بلالؓ کو گرم ریت پر لٹاتے ، رسی گلے میں ڈال کر گلیوں میں گھسیٹے ، بھوکا رکھتے اور سخت دھوپ میں سینے پر پتھر رکھ دیتے “ - لیکن حضرت بلالؓ احد احد کی صدا بلند کرتے۔ حتیٰ کہ سیدنا ابو بکرؓ نے انہیں خرید کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کامیاب کیا کہ : ” فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی ، جن کے چلنے کی آواز نبی پاک ﷺ نے جنت میں سنی اور جو غلام سے سردار بن گئے۔ “

دوسری طرف عمرو بن ہشام جو سردار تھا۔ وہ اس قدر ذہین تھا کہ لوگ اسے ابوالحکم یعنی دانائی کا باپ کہتے تھے۔ جب سید المرسلین ﷺ نے دین حق کی دعوت دی تو اس نے مسلمانوں اور نبی پاک ﷺ کو تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیں۔ تکبر و غرور کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حد ہو گئی!

: ”یہ ابو جہل ہے یعنی جہالت کا باپ ہے“۔ ابو جہل کو جنگ بدر میں دو نو عمر جوانوں نے جہنم واصل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”اور (دوزخی) کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہوتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں (شریک) نہ ہوتے۔ پس انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔ اب یہ دوزخی دفع ہوں (دور ہوں)“، (الملک: ۱۰ تا ۱۱)۔ ضعیف آدمی کی آنکھوں سے قطار در قطار آنسو ٹپکنے لگے اور وہ بول پڑا:

”بس کرو بیٹا، بس کرو! میں ہار گیا اور تم جیت گئے۔ میں نے ساری زندگی قرآن و حدیث کی مخالفت ہی کی ہے۔ برادری کے پیچھے لگ کر میں اندھا ہی ہو گیا اور کتاب و سنت کی بھی پروا نہیں کی۔ میں توحید و سنت کی دعوت سننا پسند ہی نہیں کرتا تھا اور شرک و تقلید کو ہی اپنی زندگی کا نصب العین بنا رکھا تھا۔ سنت نبوی ﷺ کو چھوڑ کر بدعات کو سینے سے لگاتا رہا۔ میں عاشق رسول ﷺ ہونے کے دعوے تو بہت کرتا تھا لیکن نماز نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق پڑھنا گوارہ نہ تھا۔ اگر کوئی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات کرتا تو عقلی دلائل دے کر اسے بات ہی نہ کرنے دیتا۔ کیا اللہ تعالیٰ مجھ جیسے ظالم کو معاف فرما دے گا؟“

عبدالرحمن خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

بابا جی! اگر آپ سچی توبہ کریں تو اللہ پاک خطاؤں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مگر جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو (حقیقتاً) اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے“، (الفرقان: ۷۰ تا ۷۱)۔ اللہ پاک مزید فرماتے ہیں: ”(میری جانب سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی

حد ہو گئی!

ہے تم اللہ تم اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے ، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے “ ، (الزمر : ۵۳) ۔

” میں کچھ پوچھ سکتا ہوں ، پیر بخش نے کہا۔ “

” ضرور پوچھیں ، عبدالرحمن مسکراتے ہوئے۔ “

پیر بخش :

آپ نے کہا کہ : ” آپ کا نام عبدالنبی تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ مشرکین مکہ بھی ایسے ہی نام رکھتے تھے تو آپ نے نام بدل کر عبدالرحمن رکھ لیا “۔ ناموں متعلق کچھ بتا دیں کہ کیسے نام رکھنے چاہیے ؟

عبدالرحمن :

نام رکھنے کا درست طریقہ یہ ہے کہ : ” اللہ پاک کے اسماء حسنیٰ کی طرف نسبت کر کے ، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ یا اولیاء اللہ کے ناموں پر نام رکھے جائیں۔ “

بد قسمتی سے ! مسلمانوں نے بھی مشرکین مکہ کی طرح ہی نام رکھنے شروع کر دیے۔ جیسا کہ : ” ابو لہب کا اصل نام عبدالعزہ تھا (یعنی عزہ کا بندہ ، عزہ ایک بت کا نام تھا) “۔ مسلمانوں نے بھی شرکیہ نام رکھے ، مثلاً : ” پیراں دتہ ، پیر بخش اور علی بخش وغیرہ “۔

” بیٹا! اب میں اپنا نام کیا رکھوں ؟ بوڑھے شخص نے سوال کیا۔ “

” پہلے آپ کا نام کیا ہے ؟ عبدالرحمن نے پوچھا۔ “

” پیراں دتہ ، ضعیف آدمی بولا۔ “

” آپ اللہ دتہ رکھ سکتے ہیں ، عبدالرحمن نے کہا۔ “

” مجھے بھی کوئی نام بتا دیں ؟ پیر بخش۔ “

” آپ اپنا نام اللہ بخش رکھ لیں ، عبدالرحمن نے جواب دیا۔ “

حد ہو گئی!

”کثیر التعداد لوگوں نے جن کے نام شرکیہ تھے ، تبدیل کر لئے“۔ عوام الناس کی آنکھوں سے ضبط کی کوشش کے باوجود آنسو ٹپک رہے تھے۔ تمام لوگوں نے وعدہ کیا کہ وہ قرآن و حدیث پر خود بھی عمل کریں گے اور اس کا پیغام دوسروں تک بھی پہنچائیں گے۔

”آپ اپنا موبائل نمبر دے دیں تاکہ ہم رابطہ کر کے دینی سوال کر سکیں ، اللہ بخش نے کہا۔“
عبدالرحمن مسکراتے ہوئے :

”یہ تو بہت ضروری ہے ، جزاک اللہ خیر“۔ بھائیوں! میرا موبائل نمبر لکھ لو ، جسے لکھنا نہیں آتا وہ بعد میں اللہ بخش سے نمبر لکھوا لینا۔ کسی قسم کا کوئی بھی مسئلہ ہو آپ ، مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔“ 0336-4236117 ، میرا موبائل فون نمبر ہے۔ ٹھیک ہے میرے بھائیوں ! ان شاء اللہ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ اگر میں نے کسی کا دل دکھایا ہو تو معذرت خواہ ہوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر موٹر سائیکل پر بیٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں لوگ منتشر ہو گئے۔
ختم شد